امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 63/73 — مورخہ ۲۳؍ جمادی الثانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۶؍ جنوری ۲۰۲۳ء روز سوموار — **شمارہ نمبر 03**

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، یادوں کے چراغ
- ایمان اور عمل صالح انقلابات...
- معاشرتی اصلاح ہی فلاح و بہبود
- کردار کشی: معاشرتی فساد.........
- اسلام کا معاشی نظام...............
- جنسی بے راہ روی نے مغرب....
- اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

بین السطور

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

وقت انتہائی قیمتی چیز ہے، جولمحات گذر جاتے ہیں وہ دوبارہ واپس نہیں آتے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے قران کریم میں مختلف جگہوں پر صبح، رات، دن، دوپہر اور زمانہ کی قسم کھائی ہے، اسی طرح احادیث میں بھی فراغ وقت کو اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے صحت کو، محتاجی سے پہلے تونگری کو، مصروفیت سے پہلے فراغت کو اور موت سے پہلے زندگی کو (حاکم المستدرک 4 رقم الحدیث 7846) اسی لیے وقت کو سونے سے زیادہ قیمتی کہا گیا ہے۔ ہماری زندگی کا جو وقت گذر جاتا ہے اور ہم اس میں کوئی تعمیری یا ملی کام نہیں کر پاتے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ ضائع ہو گیا، اسی لیے حضرات صحابہ کرام، ائمۂ عظام اور علمائے ذی احترام رحمہم اللہ نے ہمیشہ وقت کی قدر کی اور لمحہ لمحہ کام میں صرف کیا، جامعہ رحمانی مونگیر کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد شمس الحق صاحبؒ سے مرض وفات میں میری ملاقات ہوئی، میں نے ان سے نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا: وقت کی قدر مرنے کے وقت معلوم ہوتی ہے، ایک بڑے مفکر کا قول ہے کہ جو وقت کو ضائع کرتا ہے، وقت اسے ضائع کر دیتا ہے۔

اللہ رب العزت نے وقت کا ذخیرہ سب کو برابر فراہم کیا ہے، ایسا نہیں کہ غریب کے پاس وقت کم ہے اور امیر کے پاس زیادہ، جس طرح سورج کی روشنی غریب و امیر سب پر یکساں پڑتی ہے، اسی طرح وقت بھی سب کے پاس یکساں ہے، ہر ایک کو چوبیس گھنٹے ہی عطا کیے گیے، ہر گھنٹے کے ساٹھ منٹ سب کے لیے مقرر ہیں، اب اسے کوئی سُو کر گذار دے یا جاگ کر گذار دے، نیک عمل میں صرف کرے یا بد عملی کے لیے استعمال کرے۔ یہ استعمال کرنے والے کی مرضی پر منحصر ہے۔

اللہ رب العزت نے ہمارے اوقات کو منظّم کرنے کے لیے سارے ارکان اسلام کو وقت کے ساتھ فرض کیا، نماز، روزے، حج، زکوٰۃ سب کے اوقات مقرر ہیں۔ نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے، روزے کے لئے مہینہ مقرر کیا، مہینہ اوقات کے مجموعہ کا ہی دوسرا نام ہے، زکوٰۃ کے لیے موجود مال پر سال گذرنے کی قید لگائی اور حج کے لیے پانچ دن مقرر فرمائے۔ کسی بھی رکن کو انسانوں کی مرضی کے تابع نہیں کیا، بلکہ اوقات کے تابع کیا، اگر اس نظام الاوقات کی پابندی کوئی نہیں کرتا تو ''فرض'' اس پر ''قرض'' ہو جاتا ہے، جسے بعض عبادتوں میں ''قضا'' سے تعبیر کرتے ہیں اور حج میں وقت کی پابندی نہ کی جائے تو اس سال کی حد تک تو وہ فوت ہی ہو جاتا ہے، زندگی کا کیا بھروسہ، اگلے سال ملے یا نہ ملے۔ تمام دفاتر میں بھی کام کے اوقات متعین ہوتے ہیں اور اس میں سستی اور کوتاہی معیوب ہونے کے ساتھ قابل تعزیر جرم بھی قرار پاتا ہے۔

وقت کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ ایک نظام الاوقات بنایا جائے، صبح سے شام تک، بلکہ سونے سے قبل تک اس دن جو کچھ کرنا ہے اس کو یادداشت میں نوٹ کر لیا جائے اور اسی کے مطابق رات و دن عمل کیا جائے۔ جو ذمہ داریاں آپ کو دی گئی ہیں اور جو کام کے اوقات مقرر ہیں اس کو بھی اپنے نظام الاوقات کا حصہ بنائیے اور اس کے خلاف کرنے کی عادت مت ڈالیے، کبھی نظام الاوقات میں وقتی واقعات و معاملات اور کسی غیر متوقع حادثات کی وجہ سے تبدیلی ہو سکتی ہے، یہ نظام فطرت ہے، لیکن ہر دن نظام الاوقات کے مطابق کام نہ انجام پائے تو یہ وقت کی ناقدری کے زمرے میں آئے گا، اسی لیے دفاتر میں حاضری میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے اور سارے کام وقت پر انجام دینے چاہیے۔ اگر آپ نے وقت کا لحاظ نہیں رکھا تو بڑے نقصانات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، مثلاً آپ نے بجلی بل وقت پر ادا نہیں کیا تو اسے سود کے ساتھ اضافی جمع کرنا پڑے گا، امتحان کے موقع سے آپ بر وقت نہیں پہونچے تو آپ امتحان دینے سے محروم رہ گیے، اسٹیشن وقت پر نہیں پہونچے تو ٹرین چھوٹ جائے گی۔ کیوں کہ ٹرین کو آپ کا انتظار نہیں ہوگا۔ وقت کی پابندی نہ کرنے سے موقع بھی ہاتھ سے نکل جاتا ہے، اس لیے کہ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا اور گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ اور جب وقت نکل جاتا ہے یا ہمیں دیر ہو جاتی ہے تو ہم ذہنی تناؤ کے شکار ہوتے ہیں جس سے ہم اپنے مفوضہ کاموں کو اچھی طرح انجام دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوتے، اس کے علاوہ ہمیں اپنے ذمہ داروں کے سامنے جھوٹ بولنا پڑتا ہے، حیلے تراشنے پڑتے ہیں، یقیناً بعض لوگ ہمارے درمیان ایسے ہیں جو جھوٹ اس صفائی سے بولتے ہیں کہ ہم سچ اس قدر صفائی سے نہیں بول پاتے، جھوٹ صفائی سے ہو یا صفائی دینے کے لیے ہو، ہر حال میں مذموم ہے اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت تو قرآن کریم سے ثابت ہے۔ ایک کام وقت پر نہیں ہوا تو پورے دن کا نظام بے وقت ہو کر رہ جاتا ہے۔ میں نے اپنے استاذ حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوریؒ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کو دیکھا کہ اگر وہ ہم جیسے چھوٹے یا بہت بڑے آدمی کی بھی دعوت کرتے تو صاف صاف بتاتے کہ میرے یہاں دن کا کھانا فلاں وقت ہوتا ہے۔ اور اس پر سختی سے عامل ہوتے، بڑوں کی دعوت ہوتی تو شاگردوں کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تھی، ایک بار کسی نے پوچھ لیا تو فرمایا کہ ایک دعوت کے لیے پورے دن کے نظام کو بدلا نہیں جا سکتا، عافیت ہر دو کے لیے اسی میں ہے کہ وقت کی پابندی کی جائے، وقت کی پابندی ان کے یہاں اس قدر تھی کہ کثیر العیال تھے، لیکن کبھی ان کے گھر سے بچوں کے رونے کی آواز نہیں سنی گئی، ایک بار دریافت کیا تو فرمایا: رونے والا بچہ ہر وقت کسی نہ کسی کی گود میں رہتا ہے، اس کا نظام بنا ہوا ہے، پھر وہ کیوں روئے گا۔ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مہتمم حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی دامت برکاتہم اس کبرسنی اور ضعف و نقاہت کے عالم میں بھی وقت کے اس قدر پابند ہیں کہ ان کی آمد و رفت دیکھ کر آپ گھڑی ملا سکتے ہیں۔ ہمارے اکابر میں نظام الاوقات کی پابندی میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا بھی جواب نہیں تھا، تبھی ان کے لیے تصنیفات و تالیفات میں وقت لگانا ممکن ہوا اور ہر فن میں انہوں نے کتابیں تصنیف کیں، وہ تو آنے والے مہمانوں سے بھی دریافت کرتے تھے کہ کب تک قیام رہے گا، پھر اسی اعتبار سے اس کے کام کے لیے وقت نکالتے، ایک بار شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ ان کے مہمان ہوئے تو ان سے اجازت لے کر بیان القرآن لکھنے کے لیے اٹھ گئے، پھر جلد ہی واپس ہوئے، حضرت شیخ الہندؒ نے دریافت کیا تو فرمایا: ناغہ نہ ہو اس لیے چند سطور لکھ کر آ گیا۔ حضرت مولانا سید محمد شمس الحق صاحبؒ سابق شیخ الحدیث جامعہ رحمانی مونگیر کو دیکھا کہ وہ اپنے بچوں سے بھی گفتگو وقت کی پابندی سے کرتے تھے، جس سے بات کرنی ہوتی اس کو خبر کراتے کہ اتنے بج کر اتنے منٹ پر تم سے بات کرنی ہے، فرماتے کہ اس طرح کرنے سے وقت بھی منضبط رہتا ہے اور بات کی اہمیت بھی سمجھ میں آتی ہے۔ امیر شریعت سادس مولانا سید نظام الدین رحمۃ اللہ کو دیکھا کہ وہ وقت کی پابندی کا غیر معمولی اہتمام کرتے، کبھی کبھی یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ وہ جلسہ گاہ پہونچ گیے تیاری مکمل نہیں تھی منتظم کا بھی پتہ نہیں تھا، لیکن جو وقت دیا گیا تھا اس کے مطابق وہ پہونچ گیے، یہی طرز عمل موجودہ امیر شریعت مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم کا ہے، ہم میں سے کسی کو تاخیر ہو سکتی ہے، لیکن حضرت تاخیر نہیں کرتے۔ یہ ایک اچھی صفت ہے، جس کو ہر انسان کو اپنانا چاہیے۔

آج جو وقت میں بے برکتی کا رونا رویا جاتا ہے، اس کی وجہ وقت کی ناقدری ہے، ہر آدمی شکوہ کناں ہے کہ میرے پاس وقت نہیں ہے، بہت ایسے لوگ بھی وقت نہیں ہے کی بات کرتے ہیں جن کے احوال کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ وہ یوں ہی مشغول ہیں، انگریزی میں اسے (Busy for Nothing) کہتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ وقت تو ہے ہی، ہم اس کا استعمال صحیح سے نہیں کر پاتے، اس لیے وقت نہیں ہے کا احساس ہوتا ہے۔ وقت کا صحیح مصرف لیجئے، چائے کی دکانوں پر گپ بازی میں وقت ضائع نہ کیجئے، موبائل پر فضولیات میں وقت مت لگائیے غیر ضروری مجلس لگانے اور فضول بیٹھکوں سے احتراز کیجئے اور ان اوقات کو تعمیری کاموں میں لگائیے تو ہر کام بر وقت ہوگا اور وقت میں ایسی برکت ہوگی، جس کا آپ تصور نہیں کر سکتے اس لیے اس مصرعہ کو حرز جاں بنا لینا چاہیے۔

ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

اچھی باتیں

''اچھے لوگ کبھی تعریف کے محتاج نہیں ہوتے؛ کیوں کہ پھولوں کو کبھی عطر نہیں لگایا جاتا ☆ قبر امیر، غریب، بڑے، چھوٹے، عہدے مناصب کا فرق مٹا دیتی ہے ☆ خاموش رہا کرو جتنا ہو سکے، اس میں نجات ہے؛ کیوں کہ سب سے زیادہ گناہ انسان سے زبان کرواتی ہے ☆ انسان کی زندگی بھی کیا عجب چیز ہے، ایک دن مرنے کے لیے پوری زندگی جینا پڑتا ہے ☆ دل میں نفرت رکھ کر مسجد نہیں جائیں، وہ سجدے صاف کپڑے کو نہیں دل کو دیکھ کر قبول کرتا ہے ☆ صبر کا گھونٹ دوسروں کو پلانا آسان ہے، خود پیتے ہوئے پتہ چلتا ہے کہ ایک ایک قطرہ پینا کس قدر بھاری ہے ☆ نیند اور جہالت جتنی گہری ہوگی جگانے والے پر اتنا ہی غصہ آئے گا۔'' (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''دسمبر آتے آتے پورے ملک کی فضا اس قدر آلودہ ہو جاتی ہے کہ دم گھٹنے لگتا ہے، اور ہم ایک دوسرے پر انگلی اٹھانے لگتے ہیں کہ یہ آلودگی فلاں کی وجہ سے ہے، اس کی وجہ سے اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے کوئی بڑا مثبت قدم اٹھ نہیں پاتا ہے اور آلودگی بڑھتی چلی جاتی ہے، اس لیے غیر ضروری بحثوں میں وقت برباد کرنے کے بجائے وہ بنیادی کام کیے جائیں جس سے آلودگی کو روکا جا سکے، آلودگی کے جو اسباب ہیں ان کے بارے میں ہمیں خوب معلوم ہے، آتش بازی، پوال کو کھیت میں جلانا، کل کارخانوں میں کوئلہ کا استعمال، گاڑیوں سے نکلتا دھواں، گندگیوں کا سر راہ پھینکنا، پولتھین کا استعمال، ان کو روکنے کے لیے آپ جو کچھ کر پائیں گے، وہ فضائی آلودگی کو دور کرنے میں معاون ہوگی۔'' (دینک جاگرن ۱۱؍ دسمبر ۲۰۲۲ء)

اللہ کی باتیں----رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

ڈنڈی مت ماریئے

''بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی، جب وہ ناپ تول کر لوگوں سے لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم کر کے دیں، کیا ان کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں دوبارہ زندہ کئے جائیں گے'' (سورۃ المطففین، آیت:۵)

مطلب: اس وقت معاشرہ اور سماج میں ایسی بہت سی برائیاں در آگئی ہیں، جن سے انسانی معاشرے کے تانے بانے بکھرتے نظر آرہے ہیں، کہیں رشوت کی گرم بازاری ہے تو کہیں دھوکہ وعیاری نے تعفن پیدا کر دیا ہے، ان سماجی بگاڑ میں ایک ہے معاملات میں ناہمواری اور ناپ تول میں کمی، ڈنڈی مارنے کا چلن اتنا بڑھ گیا ہے کہ اب لوگوں کا ایک دسرے پر سے اعتبار واعتماد اٹھتا جا رہا ہے اور اب یہ مرض اتنا عام ہوتا جا رہا ہے کہ ہر شعبہ حیات کے لوگ ڈنڈی مارنے لگے ہیں، بظاہر دیندار اور دینی کاموں میں لگے ہوئے لوگ بھی اس معاملہ میں غفلت اور کوتاہی کے شکار ہیں، ملازم پیشہ لوگ اپنی ڈیوٹی میں ڈنڈی مارتے ہیں اور افسوس یہ ہے کہ اپنی ملازمت کے فرائض میں کمی کرنے کو گناہ ہی نہیں سمجھتے، ڈاکٹر صاحبان جانچ کرنے میں ڈنڈی مارتے ہیں، درزی سلائی میں، سبزی فروش سبزی میں، راشن دینے والے ترازو میں، پٹرول پمپ والے الکٹرک میٹر میں، غرضیکہ ہر جگہ دھوکہ دھری اور بد دیانتی پھیلی ہوئی ہے، الا ماشاء اللہ، یاد رکھئے کہ جب کسی قوم اور سماج میں یہ مرض پیدا ہو جائے تو حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ ایسی قوم پر اللہ تعالیٰ قحط سالی کی وبا پھیلا دیتے ہیں اور اگر اس کے بعد بھی نہیں سنبھلتی ہے تو اس پر عذاب مسلط کر دیتے ہیں، جیسا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا تو اس وقت اس کو سنبھلنے کا موقعہ تک نہ ملا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ''قرآن وحدیث میں ناپ تول میں کمی کرنے کو حرام قرار دیا ہے، کیوں کہ عام طور پر معاملات کا لین دین انہی دو طریقوں سے ہوتا ہے، انہی کے ذریعہ کہا جا سکتا ہے کہ حقدار کا حق ادا ہو گیا یا نہیں، لیکن یہ معلوم ہے کہ مقصود اس سے ہر ایک حقدار کا حق پورا پورا دینا ہے، اس میں کمی کرنا حرام ہے، تو معلوم ہوا کہ یہ صرف ناپ تول کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ ہر وہ چیز جن سے کسی کا حق پورا کرنا یا نہ کرنا جانچا جاتا ہے اس کا یہی حکم ہے، خواہ ناپ تول سے ہو یا عدد شماری سے یا کسی اور طریقے سے ہر ایک میں حقدار کے حق سے کم دینا تطفیف کے حکم میں ہے اور حرام ہے'' (معارف القرآن، ج:۸)

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن مجید نے ناپ تول میں کمی، بیشی کو تمثیلی انداز میں بیان کیا گیا، جس میں انسانی صفت کی حقیقت کو بھی بتلا دیا گیا کہ آدمی کو ایسا نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو ایک معیار سے جانچے اور دوسرے کو کسی اور معیار سے، وہ صرف اپنی خوبیاں بیان کرے اور دوسروں کے اندر خامیاں تلاش کرتا پھرے، جس سماج میں ایسے لوگ موجود ہوں گے، وہاں کا ماحول کبھی بھی خوشگوار نہیں ہو سکتا، بلکہ بدظنی اور بدگمانی کے غیر مرئی اثرات ظاہر ہوں گے، اس لئے مومن بندہ کو صاف وستھرے کردار کا حامل انسان بن کر زندگی گذارنی چاہئے۔

معمولی نعمتوں کو بھی حقیر نہ سمجھو

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس کو دیکھو جو تمہارے نیچے ہے اور اس کو نہ دیکھو جو تمہارے اوپر ہے، کیونکہ اس رویہ سے اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ تم اپنے اوپر خدا کی نعمتوں کو حقیر نہ سمجھو'' (صحیح مسلم شریف)

وضاحت: کائنات کا سارا نظام قدرت کی حکمت ومصلحت اور فطرت انسانی کے مطابق چل رہا ہے، سرد وگرم ہواؤں کے جھونکے ہو، یا دن ورات کی گردش، سب کے سب فطرت کے نظام کے تحت ہیں، اسی نظام کے تحت دنیا کی چیزوں کی تقسیم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو مال ودولت اور جاہ ومنصب کی نعمت عطا کرتا ہے اور کسی کو ان نعمتوں سے محروم رکھتا ہے، اب رب کائنات نے جنہیں ان نعمتوں سے نوازا ان کے لئے یہی حکم اور ہدایت ہے کہ وہ ان نعمتوں پر شکریہ ادا کرے اور ان کا صحیح استعمال کرے، غریبوں، مسکینوں اور پریشان حال لوگوں کی مدد کرے اور ان کی دعائیں حاصل کرے، کیوں کہ اللہ نے جو نعمتیں عطا کی ہیں، ان میں ان محتاجوں کا بھی حصہ رکھا ہے اور جنہیں ان نعمتوں سے محروم رکھا، ان کے لئے تاکید کی گئی کہ وہ صبر وبرداشت سے کام لے، شکوہ وشکایت ہرگز نہ کرے اور نہ ہی اپنے سے اوپر والے کو دیکھے کہ فلاں آدمی بہت صاحب ثروت ہے، اگر اس کے دل میں یہ منفی خیال پرورش پایا تو اس کے نتیجہ میں اس کے اندر بغض وحسد کی کیفیت پیدا ہوگی، پھر وہ سکون قلب سے محروم رہے گا اور اگر وہ اپنے سے نیچے والوں کو دیکھے گا تو اس کے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہوگا کہ اللہ نے ہمیں جو کچھ بھی دیا ہے، اس کا بڑا کرم واحسان ہے، اس جذبہ سے اس کو نفسیاتی طور پر روحانی سکون بھی حاصل ہوگا اور چین کی نیند بھی سوئے گا اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو حقیر نہیں سمجھے گا، شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے کہ میرے پاؤں میں جوتے نہیں تھے، جب میں نے کچھ لوگوں کو جوتا پہنے ہوئے دیکھا تو مجھے خیال آیا کہ دیکھو، خدا نے ان کو جوتا دیا اور مجھے بغیر جوتے کے رکھا، وہ اسی خیال میں تھے کہ ان کی نظر ایک لنگڑے پر پڑی، یہ دیکھ کر انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے انہیں اس سے بہتر بنایا اور ان کو دو تندرست پاؤں عطا کئے، اس کے ذریعہ ان کے اندر بے پناہ تحمل کی کیفیت پیدا ہوگئی، ہاں، جب کوئی اپنے سے اوپر والے کو دیکھے تو دل میں رشک پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسی طرح عطا فرمائے پھر وہ اس کے لئے مسابقت کے جذبے کے ساتھ آگے بڑھنے کی کوشش کرے اور اس کے لئے ظاہری اسباب کو اختیار کرے اور یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت ومصلحت کے اعتبار سے اس کے لئے ترقی وخوشحالی کے دروازے کھولیں گے، اسی مثبت انداز فکر سے انسان ترقی کرتا ہے اور یہی مومن بندہ کی شان بھی ہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

کیا تصویر کھینچنا اور کھنچانا جائز ہے؟

س: آج کل کوئی محفل، کوئی پروگرام خواہ دینی ہو یا دنیوی، خوشی کا ہو یا غمی کا، اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اس کی ویڈیوگرافی اور ہر پہلو اور ہر گوشہ کی تصویر کشی نہ ہو، اسی طرح کوئی دکان اور کوئی گھر ایسا نہیں جس میں بڑی بڑی تصویریں نہ لٹکی ہوں، ایسا لگتا ہے کہ تصویر کی حرمت ختم ہوگئی ہے، بعض حضرات اس کو عکس قرار دے کر جائز کہتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: جان دار کی تصویر خواہ کاغذ پر ہو یا ڈیجیٹل کیمرہ میں، چھوٹی ہو یا بڑی، اپنی دکانوں یا گھروں میں لگانا، بلاضرورت اس کا کھینچنا، کھنچانا شرعاً ناجائز وحرام ہے، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، افعال صحابہ اور عبارات فقہاء سے یہی واضح ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا: ''**عن مسلم قال کنا مع مسروق فی دار یسار بن نمیر فرای فی صفتہ تماثیل فقال سمعت عبداللہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان اشد الناس عذابا عند اللہ المصورون'' (صحیح البخاری، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ: ۲/۸۸۰)**

چوں کہ تصویر سازی اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق کے مشابہ ہے اور صفت تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی مشابہت اختیار کرنا گناہ عظیم ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی مشابہت اختیار کرتے ہیں: ''**قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سفر وقد سترت بقرام لی علی سہوۃ لی فیہ تماثیل فلما راٰہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہتکہ وقال اشد الناس عذابا یوم القیامۃ الذین یضاہون بخلق اللہ قال فجعلناہ وسادۃ أو وسادتین'' (صحیح البخاری: ۲/۸۸۰، باب ما وطیء من التصاویر)**

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے، میں طاق پر تصویر دار پردہ لٹکا رکھی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا تو پھاڑ دیا اور فرمایا کہ قیامت کے روز ان لوگوں کو سخت ترین عذاب ہوگا، جو صفت تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی نقل اتارتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ان سے کہا جائے گا کہ جو تصویریں تم نے بنائی ہیں، ان میں جان ڈالو، ظاہر ہے وہ ایسا کر نہیں سکے گا اور سخت عذاب میں گرفتار ہوگا: ''**قال علیہ الصلوۃ والسلام ان الذین یصنعون ہٰذہ الصور یعذبون یوم القیامۃ یقال لہم احیوا ماخلقتم'' (صحیح البخاری: ۲/۸۸۰)**

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا جس گھر میں تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تصویروں سے سخت ناگواری گزرتی اور جس جگہ تصویر ہوتی وہاں آپ تشریف نہیں لے جاتے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہو سلم کے لئے ایک تکیہ خریدا جس میں تصاویر تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہوگئے اور گھر میں داخل نہیں ہوئے سیدہ عائشہؓ نے چہرہ پر ناگواری کے آثار دیکھ کر عرض کی یا رسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول کے حضور توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تکیہ کیسا ہے اور کہاں سے لائی ہے؟ سیدہ عائشہؓ نے کہا: میں نے اسے آپ کے لئے خریدا ہے، تاکہ آپ اس پر ٹیک لگائیں، سر کے نیچے رکھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا اسے زندہ کرو جو تم نے بنایا، نیز آپؐ نے فرمایا: جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے:

''**عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہا اخبرتہ انہا اشترت نمرقۃ فیہا تصاویر، فلما راٰہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام علی الباب فلم یدخل فعرفت فی وجہہ الکراہیۃ وقالت یارسول اللہ اتوب الی اللہ والی رسولہ ماذا اذنبت، قال مابال ہٰذہ النمرقۃ، قالت اشتریتہا لتقعد علیہا وتوسدہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اصحاب ہٰذہ الصور یعذبون یوم القیٰمۃ ویقال لہم احیوا ماخلقتم وقال ان البیت الذی فیہ الصور لاتدخلہ الملائکۃ'' (صحیح البخاری: ۲/۸۸۱، باب من لم یدخل بیتا فیہ صورۃ)**

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ہر تصویر کھینچنے والا جہنمی ہے، اس کی ہر تصویر میں جان ڈالی جائے گی، اس کے ذریعہ مصور کو عذاب دیا جائے گا، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اگر تصویر کھینچنا ہی ہو تو درخت یا غیر جاندار کی تصویر کھینچو: ''**عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل مصور فی النار، یجعل لہ بکل صورۃ صورہا نفسا فتعذبہ فی جہنم وقال ان کنت لابد فاعلا فاصنع الشجر ومالانفس لہ'' (صحیح مسلم: ۲/۲۰۲)**

علامہ نووی شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے، جس پر سخت وعیدیں آئی ہیں، جو احادیث میں مذکور ہیں، خواہ تصویر پامال اور ذلیل کرنے کی غرض سے بنائی گئی ہو یا کسی دوسرے مقصد کے لئے، ان کا بنانا بہر حال حرام ہے، کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق کا مقابلہ ہے اور خواہ کپڑے پر بنائی جائے یا بچھونے پر یا درہم ودینار، پیسے، برتن، دیوار یا کسی اور چیز پر، البتہ درخت اور دوسری بے جان چیزوں کی تصویر بنانا جائز ہے۔

ان تمام احکام میں سایہ دار (موت) اور بے سایہ صرف نقش تصویر کے مابین کوئی فرق نہیں (دونوں قسمیں یکساں طور پر حرام ہیں) یہ اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کا خلاصہ ہے اور یہ قول ہے، جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور مابعد کے علماء رحمہم اللہ کا اور یہی مذہب ہے، امام سفیان ثوری مالک اور ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا۔ (**بقیہ صفحہ 14 پر**)

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر 03 مورخہ ۲۳/جمادی الثانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۶/جنوری ۲۰۲۳ء روز سوموار

کوچنگ اور ٹیوشن انڈسٹری

ملک میں تعلیمی اداروں کی کمی نہیں ہے، ایک اندازے کے مطابق اس وقت پورے ملک میں تینتیس ہزار (33000) سے زائد پلے اسکول، پندرہ لاکھ سے زیادہ سرکاری اور پرائیوٹ اسکول، ایک ہزار سے زائد یونیورسٹیاں، کئی ہزار مدارس ہماری تعلیمی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لئے قائم ہیں۔ آزادی کے بعد طلبہ وطالبات انہیں اداروں سے کسب فیض کر کے بڑی بڑی جگہوں پر فائز ہوئے اور ملک کی ترقی کو رفتار دینے کا کام کیا، پھر ان اداروں میں وہ مستعدی باقی نہیں رہی، اساتذہ سے تدریس کے علاوہ غیر تدریسی کام لیے جانے لگے، سرکاری افسران کے یہاں کم وبیش ہر روز میٹنگ کے نام پر حاضری دی جانے لگی، مکان شماری، مردم شماری، انتخابات بلکہ جانور شماری کا کام بھی ان سے لیا جانے لگا، بحالیاں صلاحیتوں سے زیادہ تعلقات کی بنیاد پر ہونے لگیں، پرچے لیک ہونے کی روایت عام ہوئی اور موٹی رقم دے کر جوابات آسانی سے فراہم کیے جانے لگے تو اساتذہ کی دلچسپی پڑھانے سے کم، افسران کو خوش کرنے سے زیادہ رہنے لگی، نااہلِ اساتذہ کی ایک پوری کھیپ بحال ہوگئی، جسے ایم ایل اے کا فل فارم اور ملک کے بڑے عہدوں پر فائز لوگوں کے نام تک یاد نہیں۔ دوسری طرف بحالیوں کے لیے مقابلہ جاتی امتحانات ہونے لگے، جن بچوں نے کچھ پڑھا ہی نہیں یا انہیں پڑھایا نہیں گیا، ایسے بچوں کے لئے مقابلاتی امتحان نکالنا آسان نہیں رہا اس صورت حال کی وجہ سے اس سوچ نے رواج پالیا کہ اگر اونچے خواب اور بہترین ملازمت کے حصول کی خواہش کو حقیقت کا رنگ دینا ہے تو ان تعلیمی اداروں سے باہر الگ سے پڑھنا ہوگا، جہاں پڑھ کر صلاحیت جیسی بھی ہو، اپنے اونچے ہدف تک پہونچنا ممکن ہو سکے گا۔ اس سوچ نے دھیرے دھیرے آزادی کے کم وبیش تیس سال بعد کوچنگ انڈسٹری اور ٹیوشن کلچر کو رواج دیا۔ آج اس انڈسٹری سے فائدہ نہ اٹھایا جائے تو لوگ مالی اعتبار سے غریب سمجھتے ہیں اور ایسے بے شمار لوگ مشورہ دینے آجاتے ہیں کہ زندگی میں بچے کو آگے بڑھانا ہے تو کوچنگ کرائیے اور ہر موضوع کے لئے الگ الگ ٹیوشن پڑھانے والا رکھیے۔ اس کا نقصان گارجین کو یہ ہو رہا کہ انہیں اپنے بچے، بچیوں کی اسکول فیس کے ساتھ کوچنگ اور ٹیوشن میں موٹی موٹی رقم دینی ہوتی ہے، جو ان کی یافت کے اعتبار سے بہت زیادہ ہوا کرتی ہے۔ دوسری طرف طلبہ و طالبات پر بستے کا بوجھ بڑھتا جاتا ہے انہیں اسکول، کوچنگ اور ٹیوشن تینوں کے ہوم ورک کرنے ہوتے ہیں، جو نفسیاتی تناؤ کا سبب ہوتا ہے۔ کوچنگ انڈسٹری اور ٹیوشن میں فن نہیں پڑھایا جاتا ہے، سوالات حل کرائے جاتے ہیں۔ کتاب کے بجائے گیس پیپر پر توجہ مرکوز کرائی جاتی ہے اور وہ نکات سکھائے جاتے ہیں، جس کی مدد سے امتحان میں کامیابی ہوسکتی ہے۔ بچہ چار سال کی عمر سے ہی اساتذہ اور میڈم کا تختۂ مشق بننے لگتا ہے۔

اس وقت پورے ملک میں کوچنگ انڈسٹری کم وبیش پچیس ہزار کروڑ سالانہ کی ہے اور گذشتہ پانچ سال میں اس میں پینتیس (35) فی صد کا اضافہ درج ہوا ہے، ریاستی سطح پر مغربی بنگال میں نویں سے بارہویں کلاس تک کے نواسی (89) فی صد طلبہ و طالبات کوچنگ اور ٹیوشن سے فائدہ اٹھاتے ہیں، یہ تعداد تمام ریاستوں میں سب سے زائد ہے، تری پورہ میں ستاسی (87) فی صد، بہار میں 2ء67، اڈیشہ میں 4ء63، منی پور میں 7ء54 فی صد طلبہ و طالبات نویں سے بارہویں تک کوچنگ اداروں سے جڑتے ہیں۔ دوسری طرف ہمارے اسکولوں میں 2020ء میں پارلیامنٹ میں دی گئی اطلاع کے مطابق دس لاکھ چھ ہزار آسامیاں خالی پڑی تھیں، جس کی وجہ سے اسکول میں کار طفلاں تمام ہو رہا ہے۔

عالمی سطح پر کوچنگ انڈسٹری سے فائدہ اٹھانے والوں کا جائزہ لیں تو گلوبل ایجوکیشن سینس کی رپورٹ کے مطابق (جو گذشتہ سال شائع ہوئی تھی) جنوبی کوریا میں 8ء92، ملیشیا میں 83 اور جاپان میں 70% فی صد طلبہ وطالبات کوچنگ انسٹی چیوٹ سے وابستہ تھے اور 2022ء تک کوچنگ انسٹی چیوٹ کا عالمی کاروبار 227 ارب ڈالر تک پہونچ گیا تھا۔ یہ بہت بڑی رقم ہے، دنیا کے صرف باون (52) ممالک ایسے ہیں جن کی گھریلو آمدنی (DGP) 227 ارب ڈالر سے زیادہ ہے۔ ان کے علاوہ سارے ممالک کی آمدنی اس سے کم ہے۔ آپ سوچ سکتے ہیں کہ کوچنگ پر کتنی بڑی رقم خرچ کی جارہی ہے۔ پرائیوٹ اسکولوں، میڈیکل اور انجینیر نگ کالجوں میں ڈونیشن کے نام پر جو نذرانہ دینا ہوتا ہے وہ اس رقم سے الگ ہے۔ اب گارجین اقتصادی کمزوری کی وجہ سے یہ رقم فراہم نہیں کر پاتا یا سب کچھ بیچ کر فراہم کر دیا اور لڑکا امتحان میں ناکام ہوگیا، دونوں صورتوں میں طلبہ ناامیدی اور مایوسی کے شکار ہو جاتے ہیں اور اپنی جان دینے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ جان دینے کا یہ عمل ہمارے سماج میں خودکشی کے نام سے جانا جاتا ہے 1995-2022 تک دو لاکھ طلبہ اس ذہنی تناؤ کی وجہ سے اپنی جان گنوا بیٹھے ہیں۔ مختلف عمر کے لوگوں میں طلبہ کی خودکشی کا تناسب 2009 سے 2000 تک پانچ فی صد تھا، لیکن 2019ء میں 4ء7، 2020ء میں 2ء8 اور 2021ء میں 8% فی صد تک پہونچ گیا تھا، خودکشی کے بڑھتے ان واقعات میں کوچنگ کی موٹی فیس کا نہ جٹا پانا اور امتحان میں ناکامی کو بنیادی سبب قرار دیا گیا ہے۔

دوسرا نقصان اس کوچنگ انڈسٹری سے یہ ہو رہا ہے کہ پرائیوٹ سیکٹر میں خدمات مہنگی ہوتی جارہی ہیں، میڈیکل اور انجینیر نگ کالج سے پڑھ کر نکلنے والے طلبہ وطالبات صحت اور زندگی کے دوسرے میدان میں جو خدمات دیتے ہیں وہ انتہائی مہنگی ہوتی ہیں، کیوں کہ انہوں نے بڑی موٹی رقم خرچ کر کے اس عہدہ، منصب اور صلاحیت کو حاصل کیا ہے، سرکاری محکموں میں رشوت کی گرم بازاری کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ جلد از جلد تعلیم کے نام پر خرچ کی گئی رقم کو حاصل کر لینا چاہتے ہیں، تاکہ ماں بہن کے زیور جو اس تعلیم کے لئے گروی رکھے گیے تھے اس کو چھوڑا سکیں اور زمینوں کے جو پلاٹ بک گئے تھے اسے زیادہ خرید سکیں، بدعنوانی کے فروغ پانے کا یہ بڑا سبب ہے، اس لیے سرکار اور ماہرین تعلیم کو ایسا میکانزم بنانا چاہیے اور ایسے طریقوں کو رواج دینا چاہیے کہ سب تک تعلیم کم خرچ میں پہونچ سکے۔ ایسے ادارے جو اپنی تجوریاں بھرنے کے لیے موٹی رقمیں لیتے ہیں ان پر لگام لگایا جائے، سرکاری تعلیمی اداروں میں تدریسی عملہ سے غیر تدریسی کام نہ لیا جائے۔ ورنہ مودی جی کے اس نعرے کے ساتھ کہ سب کا ساتھ، سب کا وکاس کے ساتھ ''سب کا وناش'' کو بھی جوڑ دینا ہوگا۔

مدارس میں غیر مسلم بچوں کی تعلیم

اکثر وبیشتر مدارس اسلامیہ میں مسلم طلبہ وطالبات تعلیم حاصل کرتے ہیں، لیکن کئی مدارس آج بھی ایسے ہیں، جہاں غیر مسلم طلبہ باقاعدہ پڑھتے ہیں اور اس بنیاد پر ان کا داخلہ نہیں روکا جاتا کہ وہ غیر مسلم ہیں، اس سلسلے میں ہماری سوچ یہ ہے کہ علم ایک نور ہے اور اس نور سے سب کے قلوب کو منور ہونا چاہیے۔ ماضی میں کئی غیر مسلم قائدین نے مدارس اسلامیہ سے کسب فیض کیا، مثال کے طور پر ڈاکٹر راجندر پرشاد کا نام لیا جاسکتا ہے۔ ان کی ابتدائی تعلیم استاذ مولوی ہی تھے، جنھوں نے انہیں اردو، فارسی اور ہندی کی تعلیم دی، ڈاکٹر راجندر پرشاد دستخط بھی کبھی کبھی اردو میں ہی کیا کرتے تھے۔ راجہ رام موہن رائے اور ڈاکٹر سچید انند سنہا نے بھی مدرسہ میں تعلیم پائی تھی۔ آج بھی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں غیر مسلم طالب علم داخلہ لیتا ہے اور داخلہ ٹیسٹ میں کامیاب ہونے کے بعد اس کا داخلہ بآسانی ہو جاتا ہے۔ بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے امتحانات میں غیر مسلم طلبہ وطالبات کی شرکت آج بھی ہوتی ہے، کئی بار تو ٹوپر بھی وہ بن جاتے ہیں، اعلیٰ نمبرات کا حصول بھی ان کے لیے دشوار نہیں ہے۔

لیکن اب بھاجپا حکومت میں قدریں بدل رہی ہیں، ان کی سوچ یہ ہے کہ چوں کہ مدارس میں مذہبی تعلیم دی جاتی ہے، اس لیے غیر مسلم بچوں کو وہاں سے نکال کر اسکولوں میں داخل کرانا چاہیے تاکہ وہ مذہب اسلام سے متاثر نہ ہوسکیں۔ پہلے مرحلہ میں یہ کام اتر پردیش میں محدود پیمانے پر شروع ہوا ہے، لیکن یہ شوشہ کمیشن برائے تحفظ حقوق اطفال (NCPCR) کا چھوڑا ہوا ہے، اس نے تمام ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام صوبوں کے چیف سکریٹری کو خط لکھا ہے کہ ''ایسے مدارس جو سرکار سے منظور شدہ ہیں یا انہیں سرکاری امداد ملتی ہے، وہاں پڑھنے والے غیر مسلم طلبہ کی نشان دہی کر کے ان کو وہاں سے نکال کر تعلیم کے حقوق کے ضابطوں کی پابندی کرنے والے عام اسکولوں میں داخل کرایا جائے۔'' یہ خط 8/دسمبر 2022ء کو جاری کیا گیا تھا۔

اس خط کے ملتے ہی اتر پردیش کمیشن برائے تحفظ حقوق اطفال حرکت میں آگیا اور اس کے ایک رکن ڈاکٹر سچیتا چترویدی کے بقول: اتر پردیش میں ایسے تمام مدارس کی نشان دہی کی جارہی ہے جہاں غیر مسلم طلبہ زیر تعلیم ہیں، انہیں مدارس سے نکال کر عام تعلیمی اداروں میں داخل کرایا جائے گا۔ مدرسہ ایجوکیشن کونسل اتر پردیش نے بھی اس پر تشویش کا اظہار کیا ہے اور کمیٹی برائے تحفظ حقوق اطفال کو ایک خط لکھ کر اس پر نظر ثانی کی گذارش ہے، کونسل کی دلیل یہ ہے کہ مدارس میں صرف مذہبی تعلیم نہیں دی جاتی ہے وہاں تو عصری علوم کے نام پر این سی ای آرٹی کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، جسے نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے۔

پھر یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ کمیشن نے یہ خط صرف مدارس کیلئے کیوں بھیجا، کیا وہ مدارس کو مشکوک کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اسے سنسکرت اور مشنری اسکولوں، گروکل اور پاٹھ شالاؤں سے مسلم بچوں کو نکال کر عام اسکولوں میں داخل کروانا چاہیے، ظاہر ہے یہ کام اس کے بس کا نہیں ہے۔ دوسرے مذاہب کے بچے وہاں بھی عیسائی تہذیب وثقافت سے متاثر ہو رہے ہیں، اور ان کے عقائد میں تبدیلی آرہی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ تعلیم کو مسلم اور غیر مسلم دائرے میں بانٹنا انتہائی مذموم ہے۔ اس سے دوسرا بڑا نقصان یہ ہوگا کہ شروع سے ہی بچوں میں مذہبی خلیج بڑھتی جائے گی اور ان کے ذہن میں مسلمانوں سے نفرت کی بیج پہلے دن سے داخل ہو جائے گی اور جب یہ نسل بڑی ہوگی تو بچپن میں دل ودماغ میں پروان چڑھنے والا نفرت کا یہ کونپل تناور درخت بن جائے گا، اس وقت محنت کے دروس، سیکولر اور جمہوریت کی تبلیغ اس نسل کے لئے بے معنی ہو کر رہ جائے گی اور پھر جو کچھ ہوگا اس کو سوچ کر دل ابھی سے کانپ جاتا ہے۔

سپریم کورٹ نے راستہ نکالا

یکساں شہری قانون کی تیاری اور اس کے نفاذ کیلئے بھاجپا اور اس کی حلیف پارٹیوں کی طرف سے آوازیں اٹھتی رہی ہیں، اس معاملہ پر مخالفت کی وجہ سے مرکزی حکومت اب تک اس طرف قدم آگے نہیں بڑھا سکی ہے، اس کے باوجود اتراکھنڈ اور گجرات سرکار نے یکساں شہری قانون نافذ کرنے کا نہ صرف اعلان کیا، بلکہ طریقۂ کار کی تیاری اور اس کے نفاذ کے امکانات کا جائزہ لینے کیلئے کمیٹی بھی تشکیل دی اس واقعہ کے بعد انوپ برن والا نے مفاد عامہ کی ایک عرضی داخل کر اس پر روک لگانے کی مانگ کی، کیوں کہ دفعہ 44 جس کے سہارے یکساں سول کوڈ لانے کی بات کی جاتی رہی ہے وہ مرکزی حکومت کا معاملہ ہے اور پورے ہندوستان کے لئے ہے، ریاستوں کو ایسے معاملے میں انفرادی طور پر کوئی فیصلہ لینے کا حق نہیں ہے، سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ کی قیادت میں دو نفری کمیٹی نے انوپ برن والا کی عرضی کو یہ کہہ کر خارج کر دیا کہ یہ قابل سماعت نہیں ہے۔ اس لیے کہ دستور کی دفعہ 162 ریاستوں کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ اس قسم کی کمیٹیوں کی تشکیل کر سکتی ہے اور اس میں کچھ بھی غلط نہیں ہے۔

عدالت کے اس فیصلہ سے ریاستوں میں یکساں شہری قانون کی تیاری اور نفاذ کے منصوبوں کو تقویت ملے گی، ابھی دو ریاست نے یہ کام شروع کیا ہے، دھیرے دھیرے بھاجپا اقتدار والی تمام ریاستوں میں اس کام کے لئے کمیٹیاں تشکیل دی جائیں گی اور 2024ء کے الیکشن میں بھاجپا کے پاس یہ اہم مُدّا ہوگا، رائے دہندگان کو بتایا جائے گا کہ اب کے اگر بھاجپا اقتدار میں آئی تو پورے ملک میں یکساں قانون نافذ ہوگا اور وہ قانون یقینی طور پر ہندو میتھالوجی پر مبنی ہوگا۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو مختلف مذاہب کے لوگوں میں ایسی بے چینی پیدا ہوگی، جسے طاقت کے بل پر ختم نہیں کیا جا سکے گا، پھر ملک میں نفرت کی سوداگری شروع ہوگی جس میں اقلیتوں کے لئے جینا انتہائی دشوار ہوگا اور یہ ملک کی سالمیت کے لئے بھی سخت نقصان دہ ہوگا۔

یادوں کے چراغ — مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا محمد الطاف حسین رحمہ اللہ

نامور عالم دین، دارالعلوم قاسمیہ چوک بلسوکرا، رانچی جھارکھنڈ کے ناظم، مدرسہ عراقیہ، دارالقرآن رانچی اور مدرسہ عربیہ سونس رانچی کے سابق استاذ، صلاحیت، صالحیت اور تقویٰ میں مشہور خاص و عام مولانا محمد الطاف حسین بن حاجی محمد یعقوب (م 2002) بن نافر علی بن روزن علی بن بخش بن پھوندھی ساکن بلسوکرا ضلع رانچی نے 16؍دسمبر 2021ء کو بعد نماز عصر بروز جمعرات اس دنیا کو الوداع کہا، اگلے دن 17؍دسمبر 2021ء کو جنازہ کی نماز ان کی وصیت کے مطابق علاقہ کے مشہور عالم دین مولانا محمد فاروق قاسمی نے پڑھائی، جس میں جھارکھنڈ کے مختلف علاقوں کے علماء، صلحاء اور عام مسلمانوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی، بلسوکرا کے آبائی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں اہلیہ، ایک لڑکا حاجی حسن اور دو بیٹیوں کو چھوڑا۔

مولانا کی آمد اس عالم آب وگل میں 12؍جنوری 1938ء مطابق 24؍ذی القعدہ 1358ھ میں ضلع رانچی (موجودہ جھارکھنڈ) کی معروف بستی بلسوکرا میں ہوئی، ابتدائی تعلیم حافظ عبدالحمید صاحب گیاوی سے حاصل کرنے کے بعد عصری تعلیم کے حصول کے لیے اردو مڈل اسکول بلسوکرا میں داخلہ لیا اور مڈل پاس کیا، مڈل اس زمانہ میں ساتویں کلاس کو کہا جاتا تھا اور غیر منقسم بہار میں اُن دنوں اس کا بورڈ امتحان ہوا کرتا تھا، عصری علوم کے حصول میں طبیعت کچھ زیادہ لگی نہیں، اس لیے دینی علوم وفنون کی طرف متوجہ ہوئے اور اس خواہش کی تکمیل کے لئے مدرسہ رشید العلوم چترا جھارکھنڈ میں داخل ہوئے اور یہیں سے عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم پائی، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ بتاتا ہے کہ دینی علوم کے حصول کے لیے دور دراز کے اسفار کرنے پڑتے ہیں، تبھی انسان مطلوب ومقصود تک پہونچتا ہے، چنانچہ مولانا نے آگے کی تعلیم کے لیے دہلی کا سفر کیا اور ایک غیر معروف مدرسہ، مدرسہ دعائیہ میں داخلہ لے کر یہاں عربی سوم تک کی تعلیم حاصل کی، پھر دار العلوم دیوبند تشریف لے گیے، جہاں عربی چہارم سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم وہاں کے نامور اور نابغۂ روزگار اساتذہ سے حاصل کرنے کی سعادت پائی، بخاری شریف شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے پڑھی اور 1959ء میں سند فراغ حاصل کرکے وطن لوٹ آئے۔

تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ عراقیہ رانچی سے کیا، لیکن جلد ہی دار القرآن رانچی منتقل ہوگیے۔ جامعہ عربیہ سونس رانچی کے مسند درس پر بھی چند سال متمکن رہے، خیال تجارت کا آیا، ذہن کے کسی گوشے میں اس کے سنت ہونے اور رزق میں وسعت کے ذریعہ کا تصور بھی بیٹھا ہوا تھا، اس لیے تجارت کا مشغلہ اختیار کیا، اللہ نے اس میں بڑی برکت دی اور کامیاب تاجروں میں آپ کا شمار ہونے لگا، لیکن اللہ رب العزت کو ان سے دوسری خدمت مطلوب تھی، اس لیے 1985ء میں انہیں دار العلوم قاسمیہ مدرسہ چوک بلسوکرا کا ناظم منتخب کیا گیا، انہیں اس عہدہ کے قبول کرنے میں خاصہ تردد تھا، لیکن کمیٹی کے اصرار اور مدرسہ کی ضرورت کی وجہ سے اس عہدہ کو مجبوراً انہوں نے قبول کیا، عہدے بے طلب آویں اور اِشراف نفس نہ ہو تو اللہ کی نصرت اور مدد ضرور آتی ہے۔ مولانا نے اس ذمہ داری کو خلوص وللّٰہیت کے جذبہ سے سنبھالا اور مدرسہ روز افزوں ترقی کے راستے پر چل پڑا۔ آپ کے عہد میں مدرسہ کی تعلیمی وتعمیری ترقی خوب ہوئی، آمد وصرف میں شفافیت اور حسابات کے اندراج میں غیر معمولی احتیاط کی وجہ سے مدرسہ انتظامیہ پر عوام کا اعتماد بڑھا، اس اعتماد نے مدرسہ کو مالیاتی اعتبار سے بھی مضبوط کیا۔ مولانا کی خدمات کا ایک بڑا میدان اصلاح معاشرہ وعقائد بھی تھا، انہوں نے علاقہ میں عقائد صحیحہ کی ترویج واشاعت کے لیے محنت کی، اس کام میں ان کو مشہور مناظر مولانا طاہر حسین گیاوی کا تعاون اور ساتھ ملا۔ جس سے مولانا کی تحریک اصلاح عقائد کو مزید تقویت ملی، اس تعلق اور ارتباط کو مضبوط کرنے کے لیے مولانا نے مولانا طاہر حسین گیاوی کو اپنے مدرسہ کا اعزازی مہتمم بنادیا، جس سے ان کی آمد ورفت وہاں زیادہ ہونے لگی اور لوگوں نے محسوس کیا کہ اس تحریک میں مولانا کو ایک بڑے عالم کا ساتھ ہے۔

مولانا سے میری ملاقات امارت شرعیہ آنے کے بعد ہوئی۔ مولانا کو یہ بات کسی نے پہونچادی کہ تقریر میں بھی کرلیا کرتا ہوں، چنانچہ انہوں نے پہلی بار مدرسہ کے جلسہ میں مجھے یاد کیا، اس زمانہ میں مولانا طاہر حسین گیاوی چاق وچوبند اور صحت مند تھے۔ اعزازی مہتمم ہونے کی وجہ سے وہ بھی وہاں موجود تھے، جلسہ کا انتظام وانصرام انتہائی سلیقہ سے کیا گیا تھا، علماء کی رہائش الگ الگ کمروں میں کی گئی تھی، ہر کمرہ میں صابن، تولیہ، بیت الخلاء کی چابھی رکھی گئی تھی؛ تاکہ ضرورت کے وقت پریشانی نہ ہو، مولانا طاہر حسین گیاوی خود ہی کمرے کمرے جاکر علماء کی مزاج پرسی کررہے تھے، جلسہ میں لوگوں کی بڑی بھیڑ تھی، احقر نے کوئی ایک گھنٹہ بیان کیا، کیوں کہ یہی وقت ہمیں دیا گیا تھا۔ بعد میں امارت شرعیہ کے وفود کے دورے کے موقع سے کئی بار وہاں جانا ہوا، مولانا کی بینائی ختم تھی؛ لیکن مہمانوں کا اکرام واحترام اس طرح کرتے کہ ہر آنے والا یہی محسوس کرتا کہ مولانا سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ مولانا کی ظاہری بصارت تو چلی گئی تھی، لیکن بصیرت آخری وقت تک سلامت تھی، انہیں یہ کہنے کا حق تھا کہ ’’بصارت کھو گئی لیکن بصیرت تو سلامت ہے‘‘ اس بصیرت کے سہارے آپ نے آخری وقت تک مدرسہ کے نظام کو پوری مستعدی کے ساتھ سنبھالا اور علاقہ کی دینی ضرورت کی تکمیل کے لئے سرگرم رہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل اور مدرسہ کو ان کا نعم البدل دے آمین یارب العلمین وصلی اللہ علی النبی الکریم وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین۔

کتابوں کی دنیا — مولانا شمیم اکرم رحمانی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

افادات سبحانی: ایک قابل قدر کاوش

مورخہ 22 نومبر سنہ 22 کی بات ہے، منگل کا دن تھا، اور رات کے تقریباً 9 بج رہے تھے، مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات پر منعقد ہونے والے سیمینار میں شریک ہوکر میں واپس امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ پہونچ چکا تھا اور امارت شرعیہ کے احاطہ میں واقع اپنی قیام گاہ پر آرام کررہا تھا، چند منٹ آرام کرنے کے بعد خبر لگی کہ ملک کے اہم ادارے جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر کے استاذ حدیث حضرت مولانا عبدالسبحان رحمانی صاحب بغرض علاج پٹنہ تشریف لائے ہوئے ہیں، اور ابھی امارت شرعیہ کے مہمان خانے میں موجود ہیں، چنانچہ میں نے ان سے ملاقات کا ارادہ کیا اور ان کے فرزند ارجمند جناب فضل رحمٰن رحمانی سے بذریعہ موبائل فون بات کرکے ان کی قیام گاہ پر پہونچا، علیک سلیک اور مزاج پرسی کے تبادلے کے بعد حضرت نے پوچھا کہ افادات سبحانی کا نسخہ ملا؟ میں نے نفی میں جواب دیا جس کے بعد انہوں نے فضل رحمٰن رحمانی کو حکم دیا کہ وہ افادات سبحانی کا ایک نسخہ مجھے دے دیں، جس کی تعمیل کرتے ہوئے انہوں نے ایک نسخہ اپنے دستخط کے ساتھ مجھے عنایت فرمایا، اب افادات سبحانی میرے سامنے تھی، کتاب کا دیدہ زیب ٹائٹل صاحب کتاب یا مرتب کتاب کے ستھرے ذوق کی شہادت دے رہا تھا لیکن کتاب کے اندر کیا ہے؟ یہ سوال دل کے نہاں خانے میں پیدا ہورہا تھا، اس لئے کہ باہر کی کشش اندرونی کشش کا لازمہ نہیں ہے، بقول راحت اندوری:

گلدستے پر یکجہتی لکھ رکھا ہے ☆ گلدستے کے اندر کیا ہے سچ بولو

اندرونی حصے سے واقفیت کے لئے مطالعے کی ضرورت تھی، چنانچہ تھوڑی دیر بعد اپنی قیام گاہ پر آکر میں نے کتاب کے کچھ حصے کو پڑھا اور بعد میں مزید کچھ حصے کا مطالعہ کیا، کل ملاکر زیادہ تر حصے کا بنظر غائر اور باقی ماندہ کچھ حصے کا بادی النظر میں مطالعہ کیا، جس کی روشنی میں وثوق کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ کتاب کے مشمولات اہمیت کے حامل ہیں، کتاب میں دعا کی حقیقت، مشروعیت، فضیلت، اہمیت اور ترغیب پر اچھی گفتگو کی گئی ہے، اس کے ساتھ ساتھ دعا کی قبولیت کے مفہومِ، دعا کے آداب، دعا کے صحیح طریقے اور دعا کے کچھ اسرار ورموز اور مختلف جگہوں پر کچھ اہم واقعات بھی ذکر کئے گئے ہیں جو دلوں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اور قارئین کو اکتاہٹ کا شکار نہیں ہونے دیتے، بالترتیب چھ ایسے واقعات کے ذکر کئے گئے ہیں جن میں دعاؤں کے نتیجے میں اہم ترین پریشانیوں سے راحت ملنے کی خبریں مترشح ہوتی ہیں اس کے علاوہ درود شریف اور استغفار کے فضائل، قبولیت دعا میں درود اور استغفار کے اثرات پر بھی کام کی باتیں لکھی گئی ہیں، خواتین کی دعا پر بھی قابل قدر مواد کتاب کا حصہ ہے، ان سب کے علاوہ پندرہ قرآنی دعاؤں اور دس نبوی دعاؤں کے ساتھ ساتھ دعا سے متعلق دیگر بہت سی قابل ذکر اور کام کی باتیں بھی کتاب میں موجود ہیں، جن سے کم از کم مسلمانوں کو واقف ہونا چاہیے، کتاب کے مشمولات کی ابتداء اور انتہا میں چند منظوم کلام درج ہیں جو درد دل اور سوز دل رکھنے والے اشخاص کے لیے دلچسپی کا سامان ہیں، کتاب کے آغاز میں موجود منظوم کلام کے بعد عرض مرتب کے عنوان سے مرتب کتاب برادر عزیز فضل رحمٰن رحمانی نے تفصیل سے دعا اور کتاب پر گفتگو کی ہے جو سوز دروں اور جذب اندروں کی عکاسی کرتی ہے، دوران گفتگو انہوں نے دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ ’’ان کے والد بزرگوار نے دعا کی مناسبت سے پوری کتاب کا املا کرایا ہے‘‘ سوز دل کو سپرد قرطاس کرتے ہوئے انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ’’عرض کردوں کہ یہ کتاب اپنے آپ میں مستقل ایک احساس ہے، وہ احساس (دعا) جو گزشتہ چند برسوں سے میرے اور میرے والدین کے لیے جینے کا سہارا رہا ہے، اس کتاب کا اکثر حصہ اس زمانے میں لکھا گیا جب میں اپنی زندگی وسائل کے باوجود تنہا جینے پر مجبور ہوگیا اور یہ محسوس کرنے لگا کہ میرے والدین کے لیے تنہائی میں ان اوقات کا گزارنا کتنا مشکل ہوگا، یہ وہ وقت تھا جس میں میرے والدین نے رات دن صرف میرے لیے دعاؤں کا ایسا بیریکیڈ (barricade) لگائے رکھا جس کو عبور کرنا میرے ہمزادوں کے لیے مشکل ہی نہیں، ناممکن تھا‘‘ (افادات سبحانی ص 16)

کتاب پر نظر ثانی کا فریضہ مشہور عالم دین مولانا عین الحق امینی قاسمی نے انجام دیا ہے، اور غالبا اسی لئے کتاب، صاحب افادات اور مرتب کتاب پر کی گئی ان کی گفتگو ’’بوئے گل در برگ گل‘‘ کے عنوان سے کتاب کا حصہ ہے، جن سے مرتب کتاب اور صاحب افادات سے ان کی اچھی وابستگی کا اندازہ ہوتا ہے، کتاب میں ’’احساسات دل‘‘ کے عنوان سے صاحب افادات حضرت مولانا عبدالسبحان رحمانی کی پرمغز تحریر بھی موجود ہے جس میں انہوں نے کتاب لکھنے کے پس منظر اور پیش منظر کی روداد لکھ دی ہے، جس سے مولانا کی خانقاہ رحمانی اور وہاں کے بزرگوں سے ان کے قلبی تعلقات کا احساس ہوتا ہے، اور یہ سچائی بھی ہے، اس لئے کہ حضرت مولانا عبدالسبحان رحمانی نے جامعہ رحمانی میں ہی مکمل تعلیم حاصل کی اور وہاں کے بزرگوں سے اس طرح منسلک ہوئے کہ وہیں کے ہوکر رہ گئے، مولانا کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی اور امیر شریعت سابع حضرت مولانا محمد ولی رحمانی رحمہما اللہ کی صحبت اور معیت حاصل رہی، دونوں بزرگوں کے فیضان نے مولانا کے قلب کو صیقل کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا، جس سے انہیں فکری پاکیزگی نصیب ہوئی اس کتاب کو فی الواقع اسی پاک فکر کا نتیجہ کہنا چاہیے، کتاب پر امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی نے کلمات تبریک بھی لکھے ہیں، جس سے کتاب کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے، البتہ بہت کم جگہوں پر ہی صحیح؛ لیکن پروف ریڈنگ کی غلطیاں کتاب میں رہ گئی ہیں، اسی طرح روز مرہ کی دعائیں جو احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں یا بزرگوں سے منقول ہیں وہ باضابطہ شامل کتاب نہیں ہوئی ہیں، حالانکہ اگر مسنون دعائیں درج کردی جاتیں تو مزید اچھا ہوتا، میں مرتب سے گزارش کرتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو اگلے ایڈیشن میں چھ سات صفحے کا اضافہ کرکے روز مرہ کی دعائیں حوالے کے ساتھ شامل کتاب کردیں، ٹھیک ہے کہ مسنون دعاؤں پر کئی کتابیں دستیاب ہیں، لیکن اس کتاب میں درج کردیے جانے کے بعد ایک ہی جگہ مجموعی طور پر موضوع سے متعلق زیادہ تر کام کی چیزیں دستیاب ہوجائیں گی تو اچھا رہے گا۔

کل ملاکر کتاب 133 صفحات پر مشتمل ہے اور اس لائق ہے کہ ہر گھر میں موجود رہے، تاکہ انسانی زندگی میں پیش آنے والے خوشی کے لمحے اور سخت غم کے مرحلے میں درست رہنمائی حاصل کی جاسکے، کتاب پر قیمت 134 روپے درج ہے، اور لکھا ہوا ہے کہ دارالاشاعت خانقاہ رحمانی مونگیر، سبحانی منزل حضرت گنج گلی نمبر 2، معہد عائشۃ الصدیقہ کھاتو پور بیگوسرائے اور محمد عتیق الرحمٰن وانیس الرحمٰن بک سیلر رحمانی کالونی گلی نمبر 1 حضرت گنج مونگیر سے یہ کتاب مل سکتی ہے۔

حکایات اہل دل

✍ : مولانا رضوان احمد ندوی

قیصر کے یہاں انبیاء کی شبیہیں

سیرت عمرؓ میں علامہ ابن جوزی نے حضرت دحیہ کلبیؓ کی سفارت روم کے سلسلہ میں قیصر روم کے محل میں انبیاء کی ۳۱۳/شبیہوں کے موجود ہونے کا ایک عجیب اور دل چسپ واقعہ نقل کیا ہے: حضرت دحیہ کلبیؓ کا بیان ہے کہ جب قیصر روم نے اپنی قوم کے عمائدین کو اسلام سے متنفر پایا تو مجلس برخواست کردی اور دوسرے روز مجھے ایک عالی شان محل میں بلایا، وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کمرے میں چاروں طرف ۳۱۳/تصویریں لگی ہوئی ہیں، قیصر نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ یہ سب تصویریں جو تم دیکھ رہے ہو، نبیوں اور پیغمبروں کی ہیں، کیا تم بتلا سکتے ہو کہ ان میں تمہارے نبی کی کون سی تصویر ہے؟ میں نے غور سے دیکھ کر ایک تصویر کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہے، قیصر نے کہا کہ بے شک یہی آخری نبی کی تصویر ہے، قیصر نے پھر دریافت کیا کہ اس تصویر کی داہنی جانب کی تصویر کو بھی پہچان سکتے ہو، یہ کس کی ہے؟ میں نے بتلایا کہ یہ نبی آخرالزماں کے ایک صحابی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تصویر ہے، قیصر نے پھر پوچھا اور یہ بائیں طرف کی تصویر کس کی ہے؟ میں نے کہا کہ یہ ان کے دوسرے صحابی حضرت عمر فاروقؓ ہیں، قیصر یہ سن کر کہنے لگا کہ توراۃ کی پیشن گوئی کے مطابق یہی دو شخص ہیں جن کے ہاتھوں سے تمہارے دین کی ترقی اوج کمال کو پہونچے گی، حضرت دحیہ کلبیؓ فرماتے ہیں کہ میں جب سفارت انجام دے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو یہ تمام واقعات آپ کو سنایا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیصر نے سچ کہا، واقعی اسلام کی ترقی ان ہی دو شخصوں کے ہاتھوں کمال تک پہونچے گی۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا بے مثال واقعہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک شخص نے بھرے بازار میں امام صاحب کی شان میں گستاخی کی، حضرت امام اعظم نے غصہ کو ضبط فرمایا اور اس کو کچھ نہیں کہا اور گھر واپس آنے کے بعد ایک تھیلی میں کافی درہم و دینار رکھ کر اس شخص کے گھر تشریف لے گئے اور دروازے پر دستک دی، یہ شخص باہر آیا تو اشرفیوں کی تھیلی اس کے سامنے رکھتے ہوئے فرمایا کہ آج تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا، اپنی نیکیاں مجھے دیدیں، میں اس احسان کا بدلہ ادا کرنے کے لئے یہ تحفہ پیش کر رہا ہوں، امام صاحب کے اس معاملہ کا اس کے قلب پر اثر ہونا ہی تھا، آئندہ کو اس بری خصلت سے ہمیشہ کیلئے تائب ہوگیا، انہوں نے حضرت امام صاحبؒ سے معافی مانگی اور آپ کی خدمت اور صحبت میں علم حاصل کرنے لگا، یہاں تک کہ آپ کے شاگردوں میں ایک بڑے عالم کی حیثیت اختیار کر لی (معارف القرآن)

نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو

حضرت لبید بن ربیعہ (المتوفی ۴۱ھ) قدیم عرب کے ایک مشہور شاعر تھے، ان کا شمار اصحاب المعلقات میں سے ہوتا ہے، ہجرت کے بعد انہوں نے اسلام قبول کرلیا، اس کے بعد انہوں نے شاعری چھوڑ دی، کہا جاتا ہے کہ قبول اسلام کے بعد انہوں نے صرف ایک شعر کہا ؎

ما عاتب المرء الكريم كنفسه
والمرء يصلحه الجليس الصالح

اس کا مطلب یہ ہے کہ شریف آدمی احتساب غیر کے بجائے احتساب خویش کے معاملے میں زیادہ حساس ہوتا ہے، وہ دوسروں کی غلطی پر گرفت کرتے ہوئے نرمی کا انداز اختیار کرتا ہے، مگر جب معاملہ خود اپنی غلطی کا ہو تو وہ اس کے لئے بے رحم محاسب بن جاتا ہے، شعر کے دوسرے مصرع میں انہوں نے صحبت کی اہمیت بتائی، آدمی اگر زیادہ دیر تک برے کی صحبت اختیار کرے تو اندیشہ ہے کہ وہ بھی برا بن جائے، اس معاملہ میں جب آدمی اچھے انسان کی صحبت اختیار کرتا ہے تو اس کی صحبت کے اثر سے وہ بھی ایک اچھا آدمی بن جاتا ہے۔

بزرگوں کا تقویٰ

حضرت شیخ سید نور محمد بدایونی کا واقعہ ہے کہ جب شیخ بدایونی کے پاس کھانا یا کچھ اور چیز ہدیہ میں آتی تھی تو شیخ ایمانی فراست اور نور بصیرت سے اس پر غور کرتے تھے، اگر اس کے اندر کسی قسم کی تاریکی نظر نہ آتی تو خود کھا لیتے، یا استعمال کر لیتے، یا دوسرے کو دیدیتے اور کبھی ہدیہ دینے والے کی نیت میں کھوٹ محسوس کرتے تو اس کو زمین میں دفن کرادیتے، کسی بے بصیرت نے پوچھا کہ شیخ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، کسی دوسرے کو ہی کھلا دیجئے یا دیدیجئے، حضرت شیخ نے فرمایا کہ اگر مسلمان کو کھانے میں زہر ملا نظر آئے اور وہ خود نہ کھائے تو کیا دوسرے کو کھانے کے لئے دینا جائز ہے، یہ بزرگان دین کا نہایت ہی اعلی درجہ کا تقویٰ ہوا کرتا تھا کہ جو چیزیں اپنے لئے پسند نہیں فرماتے وہ دوسروں کو بھی دینا پسند نہیں کرتے تھے۔

دنیا کی بھلائی کوئی معیار نہیں

ایک مشہور واقعہ ہے کہ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک ایمان والا مر رہا تھا، مرتے مرتے اس کا دل چاہ رہا ہے زیتون کھانے کو، زیتون سرہانے رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ سے کہا اسے گرادو، کھانے نہ پائے، فرشتہ نے گرادیا، ایک کافر مر رہا تھا تو اس کا مرتے وقت مچھلی کھانے کو جی چاہ رہا تھا، ایک فرشتہ سے کہا جاؤ یہ جو کافر مچھلی کھانے کی فرمائش کر رہا ہے، اپنے عزیز سے، اپنے بیٹے سے، ایک اچھی سی مچھلی اس کے جال میں لگاؤ، اس کے کانٹے میں لگاؤ، تاکہ ہمارا بندہ مچھلی کھا کر آئے، کافر مچھلی کھا کر آ رہا ہے اور مومن زیتون سے محروم آ رہا ہے، فرشتہ نے کہا اے اللہ! وہ تو آپ کو مانتا ہے اور یہ آپ کو مانتا تک نہیں ہے، پھر اس کے ساتھ احسان کیوں؟ فرمایا وہ جو ہمارا بندہ نافرمان ہے، کافر ہے، اسے تو آخرت میں کچھ ملنے والا نہیں، اس کی ایک نیکی باقی تھی اس کا بدلہ ہم نے مچھلی کھلا کر دنیا میں دے دیا، اور وہ دوسرا بندہ جو ہمارا ماننے والا ہے، اس کے ذمہ ایک گناہ ہے، وہ گناہ معاف کروانا تھا، تو زیتون کی حسرت دے کر گناہ سے پاک وصاف کر کے ہم اسے اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں، اس لئے دنیا کی بھلائی کوئی معیار نہیں ہے، لیکن ملے گا یہاں بھی، ظاہر ہے اللہ تعالیٰ دنیا میں ہر ایک پر مہربان اور ہر ایک پر شفیق ہے۔

سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، ان کے تقویٰ کا یہ عالم ہے کہ زندگی بھر کسی غیر محرم کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا، حالانکہ ہندوستان کا اتنا عظیم الشان بادشاہ ہے، جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی وفات ہوگئی، آپ کا جنازہ تیار ہوا تو خادم نے آگے بڑھ کر اعلان کیا کہ حضرت نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے:

پہلی شرط: جس کی بالغ ہونے کے بعد سے نماز تہجد فوت نہ ہوئی ہو۔

دوسری شرط: بلوغیت سے لے کر آج تک عصر کی سنتیں قضا نہ کی ہوں۔

تیسری شرط: کہ زندگی بھر کسی غیر محرم کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا ہو۔

یہ اعلان سنتے ہی تمام حاضرین دنگ رہ گئے، حالانکہ محدثین بھی ہیں، علمائے کرام بھی ہیں، مشائخ بھی ہیں، مگر کوئی آگے نہیں بڑھا، آخر میں سلطان شمس الدین التمشؒ آگے بڑھے اور نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا:

"الحمد للہ! میرے اندر یہ تینوں شرطیں موجود ہیں، میں چاہتا تھا کہ میرے ان مشاغل کی کسی کو خبر نہ ہو، لیکن شیخ نے میرا راز فاش کردیا، اندازہ لگاؤ، ہندوستان کا بادشاہ، مگر پوری زندگی کسی غیر محرم کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا، ان واقعات کو یاد کریں تو ان شاء اللہ اس گناہ سے بچنا ہمارے لئے آسان ہو جائے گا۔ (فکر آخرت)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے چند لطائف

☆ ایک مرتبہ اس بات کا تذکرہ فرما رہے تھے کہ قلب کا تعلق خدا کے سوا کسی اور سے نہیں ہونا چاہئے اور اس میں خدا کی یاد کے سوا اور کوئی فکر نہیں ہونی چاہئے، اس کو اس طرح بیان کیا کہ آج کل لوگوں نے قلب کو مرادآباد اسٹیشن کا اسلامی مسافر خانہ بنا کر رکھا ہے کہ سب وہاں ٹھہرتے ہیں، بریلی والے بھی، سہارنپور والے بھی، میاں قلب تو ایک ہی کے رہنے کی جگہ ہے۔

☆ ایک بچہ تعویذ لینے کے لئے آیا، فرمایا یہ نیاز کا لڑکا ہے، اس کا نام ایاز ہے، نام میں نے ہی رکھا ہے، قافیہ کی رعایت سے ایک روز میں نے نیاز سے کہا تھا کہ اب اگر تمہارے گھر لڑکا پیدا ہوا تو کیا نام رکھے گے، قافیہ کا نام اب تو مشکل ہے، ہاں، ایک ہے پیاز، جب نام کا قافیہ نہیں رہتا تو قافیہ تنگ ہو جاتا ہے۔

☆ ایک شخص نے بیعت کرنے کے لئے آپ کو خط لکھا کہ اگر حضور نے مرید نہ کیا تو مثل بے آب ماہی کے جان تڑپ تڑپ کے نکل جائے گی، اس کا خط پڑھنے کے بعد فرمایا: "اس کی تو مثال ایسی ہوئی کہ ایک شخص کہتا ہے کہ اپنا فلاں مکان میرے نام رجسٹری کردو، ورنہ تڑپ تڑپ کر مر جاؤں گا"۔

☆ ایک صاحب مجلس میں اس طرح بیٹھے تھے کہ تمام منہ چادر سے ڈھکا ہوا تھا دیکھ کر فرمایا: "یہ چوروں کی طرح یا جیسے کوئی سی، آئی، ڈی ہوتا ہے، اس طرح کیوں بیٹھے ہو، کیا مجلس میں بیٹھنے کا یہی طریقہ ہے؟ آخر عورتوں کی طرح سے گھونگھٹ کیوں نکال رکھا ہے؟

اس سوال کا اس شخص نے اس قدر آہستہ آواز میں جواب دیا کہ کوئی بھی نہ سن سکا، اس پر فرمایا: "دیکھا گھونگھٹ کا اثر، آواز بھی عورتوں جیسی ہوگئی کہ کوئی بھی نہ سن سکا"۔

☆ ایک سلسلہ گفتگو میں بطور ظرافت فرمایا: "آج کل جس قدر نئی چیزیں ایجاد ہوئی ہیں، ان کے نام بھی وحشت ناک ہیں، مثلاً ہول ڈر کہ ہول بھی ہے اور ڈر بھی، موتمر عربی لفظ ہے، جس میں موت بھی ہے اور مر بھی"۔

☆ توکل کے متعلق مجلس میں تذکرہ ہو رہا تھا، آپ نے فرمایا توکل کا استعمال تو دین کے لئے ہی رہ گیا ہے دنیا کے کاموں میں کوشش کرتے ہیں، سعی کرتے ہیں، دوڑ دھوپ کرتے ہیں، لیکن دین کے کاموں میں توکل کرتے ہیں، اس توکل کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی قوم نکاح کرنا چھوڑ دے اور توکل پر اولاد کی تمنا کرے، کیا اس طرح اولاد پیدا ہوگی؟

☆ ایک شخص بیعت کرنے پر اصرار کر رہا تھا، حضرتؒ نے اس کو لکھا کہ بیعت کرنا ضروری نہیں، اس پر اس نے کہا کہ بیعت کرنا ضروری ہے، حضرتؒ نے لکھا: "جب تم خود محقق ہو تو غیر محقق سے کیوں رجوع کرتے ہو؟ دوسرے اس اختلاف میں تم غیر ضروری کو ضروری اور میں ضروری کو غیر ضروری سمجھ رہا ہوں، اس صورت میں یا تو میں جاہل ہوں یا تم" اس پر اس نے جواب دیا کہ حضرت میں ہی جاہل ہوں، اس پر حضرت تھانویؒ نے جواب میں لکھ دیا کہ میں بھی متفق ہوں"۔

☆ ایک شخص نے بیعت ہونے کے لئے لکھا اور الفاظ یہ استعمال کئے کہ مجھ کو اپنی فرزندی میں داخل کرلو، حضرتؒ نے لکھا "شریعت میں دو شخصوں کا فرزند ہونا جائز نہیں، اپنے باپ کے تو فرزند ہو ہی، دوسروں کے کیسے ہو سکتے ہو"۔

☆ ایک شخص نے دریافت کیا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے؟ حضرتؒ نے جواب میں پوچھا کہ کافر عورت سے زنا کیوں حرام ہے؟ اس پر سوال کرنے والے نے کہا کہ علماء کو اتنا خشک نہیں ہونا چاہئے، حضرتؒ نے جواب میں لکھا کہ جہلاء کو اتنا تر بھی نہ ہونا چاہئے کہ ڈوب ہی جائیں۔

☆ ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت ایک مکان کی بنیاد رکھی گئی، اس میں تین یا چار پرانی قبریں نکل آئی ہیں، اس صورت میں وہاں مکان بنا سکتے ہیں؟ فرمایا: "جب قبریں پرانی ہوجائیں تو وہاں مکان بنا سکتے ہیں، مردوں سے نہیں ڈرنا چاہئے، مردوں سے ڈرا کرتے ہیں۔

☆ ایک شخص نے خط لکھا جو پڑھا نہیں جاتا تھا، اس خط میں یہ مضمون درج تھا کہ میں نفس کی اصلاح کرانا چاہتا ہوں، حضرت نے لکھا کہ نفس کی اصلاح سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ آپ خط کی اصلاح کریں۔

حضرت تھانویؒ کے ان ظریفانہ گفتگو سے اندازہ ہوا کہ حضرتؒ زاہد خشک نہ تھے، بلکہ زندہ دل اور کشادہ قلب بزرگ تھے، اسلئے انسان کو کبھی کبھی ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے سبق آموز مزاح بھی کرتے رہنا چاہئے۔

ایمان اور عمل صالح انقلابات کا سرچشمہ

مولانا محمد علاء الدین ندوی

اس کائنات کی سب سے بڑی سچائی یہ ہے کہ یہ بے خدا نہیں ہے، بلکہ اس کا بنانے والا ایک خالق، ایک مالک، ایک حاکم اور ایک قادر مطلق خدا ہے، جو بے مثال ہے، جو ہر عیب سے پاک ہے، جو بے انتہا قدرت والا ہے، جو بے شمار کمالات اور خوبیوں کا مالک ہے، وہ اپنی ذات وصفات میں ہر شئ سے بالاتر ہے، اس کائنات کو بوٹا بوٹا اس ذات کی تسبیح خوانی اور پاکی بیان کر رہا ہے، ہر ذرہ اس کی حمد وثنا اور نغمہ سنجی میں مشغول ہے، تمام موجودات عالم پر شاہانہ اقتدار اور کامل اختیارات صرف اسی کا ہے، وہی ازل سے ہے اور ابد تک وہی رہے گا۔ دوسری حقیقت یہ ہے کہ زمین کی تہوں سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک، یعنی وہ سب کچھ جو ہمیں نظر آتا ہے اور وہ سب کچھ جو ہمیں نظر نہیں آتا، وہ سب کا سب اللہ نے کسی مقصد کے لئے پیدا کیا ہے، یہاں کا حقیر سے حقیر ذرہ بھی بے مقصد نہیں ہے۔

تیسری حقیقت یہ ہے کہ انسان ایک عاقل وناطق اور معزز ہستی ہے، وہ ایک ذمہ دار مخلوق ہے، اُسے پیدا کر کے شتر بے مہار نہیں چھوڑ دیا گیا، اُسے نیکی اور بدی اور حق وباطل کے درمیان تمیز کی صلاحیت دی گئی ہے، اُسے ایک حد تک خود مختاری اور آزادی دے کر اس دنیا میں امتحان کے لئے بھیجا گیا ہے، اخلاقی حیثیت میں تو وہ آزاد ہے، مگر قدرتی طور پر وہ آزاد نہیں ہے، نہ ہوسکتا ہے، وہ اس دنیا میں آنے اور پیدا ہونے میں آزاد تھا، نہ مرنے اور مر کر خدا کے حضور میں واپس جانے میں آزاد ہے، وہ چاہے یا نہ چاہے، اُسے مرنا ہے اور اللہ کے حضور میں اُسے حاضر ہونا ہے۔

چوتھی حقیقت یہ ہے کہ یہ عظیم الشان کائنات اور اُس کی ساری نعمتیں صرف اُس کے جسم وجان کے فائدے کے لئے بنائی گئی ہیں، آخرت کی کامیابی کیلئے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا جاتا رہا ہے، لہٰذا ایک دن ایسا ضرور آنا ہے، جب اولین وآخرین کو جمع کر کے اللہ ان سے باز پرس کرے گا، باز پرس اس بات کی ہوگی کہ کس نے ایمان اور عمل صالح کی راہ پر چل کر اپنے منعم اور محسن خدا کو خوش کرنے کی کوشش کی اور کس نے کفر وبغاوت اور عناد وسرکشی کی راہ اپنا کر اپنے خالق ومالک کو ناراض کیا۔ یمان اور عمل صالح الہامی الفاظ ہیں، ان دو الفاظ میں اسلام کا مکمل فلسفۂ حیات وکائنات سمٹ آیا ہے، چونکہ وحی والہام کا مکمل دستاویز قرآن کریم کی شکل میں موجود ہے، اس لئے امت مسلمہ علمی، دینی اور لسانیاتی گمراہی میں دیر تک مبتلا نہیں رہ سکتی، لیکن زوال پذیری، کفران نعمت اور فکری انحراف کی وجہ سے قومی نفسیات اور دینی تشخصات کی بیماریوں کا شکار ہوسکتی ہے۔ دور زوال میں لفظوں کے مفہومات وحقائق ذہنوں سے اوجھل ہوجاتے ہیں، بلکہ ادل بدل بھی جاتے ہیں۔

ایمان، اسلام، تقوی، احسان اور اللہ کے لئے انصار بنکر جینا ایمان ہی کے مختلف مدارج ہیں۔ ایمان یا دوسرے لفظوں میں عقیدۂ توحید بے کراں طاقت کا سرچشمہ ہے، ایمان اپنے ایمان لانے والے سے اس تسلیم ورضا اور اطاعت کلی کا مطالبہ کرتا ہے جو عمل بالجوارح کے لئے اسٹیم اور اُبلتے پانی کا چشمہ بن جائے، اللہ کے معبود، مقصود، مطلوب اور محبوب ہونے کا عقیدہ تیز رو کرنٹ بن کر اس کے عملی، فکری، جذباتی اور شعوری زندگی میں اس طرح سے رچ بس جائے جیسے جسم وبدن میں خون رچ بس جاتا ہے، یا جیسے بجلی کے تاروں میں کرنٹ دوڑ رہا ہوتا ہے، ایمان اور عمل لازم وملزوم ہیں، کسی معاشرے میں بیک وقت دونوں کے نشو وارتقا سے دنیا میں تو صالح انقلاب کی راہیں ہموار ہوتی ہیں اور آخرت کی ابد الآباد زندگی میں اللہ کی رضا وخوشنودی اور جنت کا استحقاق پیدا ہوتا ہے، ایمان اور عمل صالح کے تلازم سے جو صالح انقلاب ابھر کر سامنے آتا ہے اس کی ایک مثال ذیل کی آیت میں ملاحظہ فرمایئے: اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اُسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی موجودہ حالت کو امن سے بدل دے گا، بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ (النور:55) اس آیت کریمہ کے اسلوب بیان میں قسم اور مقسم علیہ اور شرط وجزاء کا اسلوب پنہاں ہے، اللہ کا وعدہ فرمانا ہی قسم کے اسلوب کو متضمن ہے، چنانچہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا' مقسم علیہ کے مقام پر ہے، اس آیت کی روشنی میں دو دو چار کی طرح سے جو ضابطہ معلوم ہو رہا ہے، وہ درج ذیل ہے:

جو بھی صادق الایمان بندگان خدا، یا گروہ اور جماعت ایمان اور عمل صالح کے شرائط پورے کریں گے، اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں تین باتوں کا وعدہ فرمایا ہے:

اولاً: ایمان اور عمل صالح کے نتیجے میں خلافت ارضی کا وعدہ۔

ثانیاً: ایمان اور عمل صالح کے نتیجے میں اللہ کے اپنے پسندیدہ دین کو جماؤ کا وعدہ۔

ثالثاً: ایمان اور عمل صالح کے نتیجے میں ایمان والوں کو امن وامان کی زندگی سے سرفراز کئے جانے کا وعدہ۔

ان مذکورہ باتوں کا مفہوم مخالف، یا ان کا برعکس پہلو حسب ذیل ہوسکتا ہے:

۱- ایمان اور عمل صالح نہیں تو خلافت ارضی کا کوئی وعدہ بھی نہیں۔

۲- ایمان اور عمل صالح نہیں تو اللہ کے پسندیدہ دین کو جماؤ بھی نہیں۔

۳- ایمان اور عمل صالح نہیں تو امن وامان کا قیام بھی ممکن نہیں۔

چونکہ آیت کریمہ کے اول مخاطب تو صحابۂ کرام تھے اور انہوں نے ہی ایمان اور عمل صالح کے شرائط پورے کئے تو اللہ نے اُن کے حق میں اپنا وعدہ پورا کیا اور انہیں زمین کی خلافت سونپ دی، ان کے دین کو پہلے جزیرۃ العرب میں، پھر جزیرۃ العرب کے باہر خصوصاً خلفائے راشدین کی مبارک عہد میں قوت و جماؤ عطا فرمایا اور ان کی حالتِ خوف کو بدل کر انہیں امن واطمینان کا مبارک ماحول بخش دیا۔ اگر ہم اپنے ایمان وعمل صالح کے بارے میں حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے، اُس تکلیف دہ صورت حال کا اعتراف واظہار کریں جو ہماری زندگی کے ساتھ جونک کی طرح سے چپک کر ہمارے ایمان واخلاق کا خون چوس رہا ہے، تو شاید کسی کو بھی انکار کی جرأت نہ ہوگی، یعنی کہ ہم نے ایمان اور عمل صالح کے شرائط پورے نہ کئے، (یا زبانی اقرار اور ناقص عمل کی حد تک تو کئے مگر ایمان اور عمل صالح کے معیار پر کھرے نہ اترے) تو اللہ نے ہمارے حق میں نہ خلافت ارضی کا وعدہ پورا کیا، نہ ہمارے دین کو زمین میں قوت وجماؤ بخشا، نہ ہمارے خوف، حزن ویاس کی حالت کو امن واطمینان سے بدلا۔ یا ہم ایمان اور عمل صالح کے شرائط تو پورے کر رہے ہیں، پھر بھی معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ ہمارے حق میں اپنا وعدہ پورا نہیں کر رہا ہے۔

ہم اتنی بڑی بات کیسے کہہ سکتے ہیں؟ اللہ کی شان تو یہ ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد!!! اگر یہ بات غلط ہے تو پہلی بات بھی تو مبنی بر حقیقت نہیں ہے، آخر ہم کیسے یہ باور کرلیں ہم ایمان اور عمل صالح کے شرائط پورے نہیں کر رہے ہیں؟!!! مساجد نمازیوں سے آباد ہیں، ہر دن کوئی نہ کوئی نئی مسجد بن رہی ہے، مدارس علوم قرآن وسنت کا گہوارہ ہیں اور یہ بھی روز افزوں ترقی پذیر ہیں، دینی جماعتیں سرگرم عمل ہیں، اسلامی تحریکات اپنی بساط کی حد تک دعوت واصلاح کا بیڑہ اٹھائے ہوئی ہیں، دینی کتابوں کی اشاعت، دینی جلسوں کا اہتمام، حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مدح صحابہ کے جلوسوں کا رواج، اپنے دینی تشخصات اور مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کی کوششیں، ایمان کا ثبوت اور عمل صالح کے مظاہر نہیں ہیں تو اور کیا ہیں؟ ہاں ایمان ہے، عمل صالح پایا جاتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ وہ مذکورہ بالا نتائج کا ظہور کیوں نہیں ہوتا؟ اور اسی سوال کا صحیح جواب صرف اور صرف یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح ہماری زندگیوں میں موجود ہے، مگر وہ خالص نہیں ہے، اس میں ملاوٹ ہوگئی ہے، اللہ کو خالص اور بے کھوٹ سونا مطلوب ہے، ہمیں اشیائے خوردنی میں ملاوٹ گوارہ نہیں تو اللہ کو اپنے دین میں ملاوٹ کیوں پسند آئے، آپ اپنے رقیب روسیاہ کے معاملے میں کسی غیر کی شراکت کا تصور بھی نہیں کر سکتے تو اللہ اپنی یکتائی میں، اپنے افعال وصفات میں، اپنے حقوق واختیارات میں، اپنی کبریائی اور الوہیت میں دوسروں کی شراکت کیوں گوارہ کرلے گا۔

آج کا مسلمان خیر امت کے قافلے سے بچھڑ اور بہک کر بہت دور چلا گیا ہے اور مسلسل بھٹک رہا ہے، کبھی وہ اپنے وجود کی خوشبو سے دوسروں کے مشام جان کو معطر کرتا تھا، اب خود اپنی جگہ گندگی کا ڈھیر ہے، یہ وہ راعی اور نگراں ہے جو اپنے گلے سے بھی اور اپنے آپ سے بھی غافل ہے، یہ وہ امام وہادی ہے جسے اب اپنا منصب بھی یاد نہیں رہا، یہ وہ معلم ہے جو اپنا پڑھا اور برتا بھی فراموش کر چکا ہے، قرآن وسنت جو ہر حال میں ہدایت پانے کی آرزو تو اب اس کے ذہن سے بھی محو ہو چکا ہے، اب وہ زمین کے لئے ایسا بوجھ بن گیا ہے، اس کے نفس، مال و دولت اور پیٹ نے الٰہ کی جگہ لے لی ہے، تعلیم وتہذیب، معاشرت ومعیشت، تجارت وصنعت اور حکومت و سیاست میں وہ ان کی پیروی کر رہا ہے جن سے وہ مرعوب ہے اور جن کو اس نے آئیڈیل سمجھ رکھا ہے، وہ اپنے کو توحید کے فرزندوں میں شمار کرتا ہے، مگر وہ بہت سے خود ساختہ خداؤں کے سامنے جبہ سائی کرنے میں باک محسوس نہیں کرتا، وہ بندگی رب کا دعوی بھی کرتا ہے، مگر وہ ومن الناس من یعبد الله علی حرف کی تصویر بن جاتا ہے، جب تک اس کو اپنی منفعت محفوظ نظر آتی ہے وہ اسلام کے ساتھ چلتا رہتا ہے، لیکن جب آزمائش کی بھٹی میں ڈالا جاتا ہے، یا اس کی منفعت کو نقصان پہنچتا ہے، تو لڑکھڑا جاتا ہے اور راستے ہی پر رک جاتا ہے، وہ اپنے عزیز مفاد اور مصلحت کی خاطر پینترا بدل کر غیر خدائی نظام کے ساتھ چلنے لگتا ہے، حالانکہ اللہ کے دین کو ماننے کا تقاضا صرف اس شکل میں پورا ہوتا ہے، جب بندہ کلیۃً اپنے کو خدا کے حوالے کر دے۔

یا تن برضائے یار می باید داد
یا قطع نظر زیار می باید کرد

ملاوٹ کی یہ وہ شکلیں ہیں جو ہم اپنی 'دینی زندگی' میں خود پیدا کرتے ہیں، یہاں پر صرف ایک مثال فرمان نبوت سے پیش کی جاتی ہے: حلال اور پاکیزہ روزی کو عمل صالح میں بڑا دخل ہے، کیونکہ حرام خوری کے ساتھ عمل صالح بے معنی چیز ہے، صلاح کے لئے شرط اول یہ ہے کہ رزق حلال کھایا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک ہے اور پاک ہی چیز کو پسند کرتا ہے، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی یایها الرسل کلوا من الطیبات و اعملوا صالحا (المؤمنون:51) اے پیغمبرو! کھاؤ پاک چیزیں اور عمل کرو صالح، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الرجل یطیل السفر أشعث أغبر، مطعمه حرام، و مشربه حرام، و ملبسه حرام، وغُذِی بالحرام، یمدُّ یدیه الی السماء، یا رب یا رب! فأنّی یستجاب لذلک (مسلم، ترمذی) ایک شخص لمبا سفر کرتا ہے، غبار آلود اور پراگندہ بال ہوتا ہے، اس کا کھانا حرام ہوتا ہے، اس کا پینا حرام ہوتا ہے، اس کا لباس حرام ہوتا ہے، اس کا جسم حرام کی روٹی سے پلا ہوتا ہے، وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتا ہے، اے میرے رب، اے میرے رب! اب کس طرح اس کی دعا قبول ہو؟

ایک مفسر اس آیت کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو خلافت عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے، اس کے مخاطب محض مردم شماری کے مسلمان نہیں ہیں، بلکہ وہ مسلمان ہیں جو صادق الایمان ہوں، اخلاق اور ایمان کے اعتبار سے صالح ہوں، اللہ کے پسندیدہ دین کا اتباع کرنے والے ہوں اور ہر طرح کے شرک سے پاک ہوکر خالص اللہ کی بندگی اور غلامی کے پابند ہوں، ان صفات سے عاری اور محض زبان سے ایمان کے مدعی لوگ نہ اس وعدے کے اہل ہیں، نہ یہ ان سے کیا ہی گیا ہے، لہٰذا وہ اس میں حصہ دار ہونے کی توقع نہ رکھیں" (تفہیم القرآن 419/3)

معاشرتی اصلاح ہی فلاح و بہبود کی ضامن

پروفیسر مشتاق احمد

ہندوستان میں مسلم اقلیت کے علاوہ کئی دیگر مذہبی اقلیت طبقے ہیں لیکن سرکاری اعداد وشمار ہو یا رضا کار تنظیموں کے ذریعہ تیارشدہ رپورٹیں، سب میں مسلم اقلیت طبقے کی پسماندگی باعثِ فکرمندی دکھائی جاتی ہے۔ آزادی کے 75 برسوں کے بعد ملک کی سب سے بڑی اقلیت کے مسائل دنوں دن بڑھتے ہی جارہے ہیں۔ اقتصادی اور تعلیمی شعبے میں ہماری پسماندگی جگ ظاہر ہے اور دیگر شعبے میں بھی ہماری نمائندگی قابلِ فخر نہیں ہے۔ افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ جب کبھی ہماری پسماندگی کے تعلق سے بحث ومباحثہ ہوتا ہے تو جذباتی نعرے زیادہ گونجتے ہیں اور سنجیدہ لائحہ عمل کی کوئی سبیل تلاش نہیں کی جاتی۔ نتیجہ ہے کہ ملک کی سب سے بڑی مسلم اقلیت کے تمام تر مسائل پر سیاست اپنی شطرنجی چال چلتی رہتی ہے اور ہم اس کے مہرے بنتے رہتے ہیں ورنہ اسی وطن عزیز میں سکھ، عیسائی، جین، بدھ بھی رہتے ہیں اورانہوں نے اپنے معاشرے کی نہ صرف تصویر بدلی ہے بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کی تقدیر بدلنے کا راستہ بھی ہموار کرلیا ہے۔ مگر ہم مسلم اپنی پسماندگی کے لئے صرف اور صرف حکومتِ وقت کو موردِ الزام ٹھہرانے کے سوا کچھ کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ورنہ آزادی کے اتنے برسوں بعد ہماری پسماندگی کا گرف اتنا بلند نہیں ہوتا۔ البتہ شمالی ہند کے مقابل جنوبی ہند کی ریاستوں میں مسلم اقلیت طبقے نے اپنی پسماندگی کے ازالے کے لئے تعلیمی شعبے میں کئی انقلابی اقدام اٹھائے ہیں جس کی وجہ سے معاشی طور پر وہ مستحکم بھی ہوئے ہیں اور دیگر شعبے میں بھی اپنی شناخت بنائی ہے۔ سب سے افسوسناک صورتحال ملک کی سب سے بڑی ریاست اتر پردیش کے علاوہ بہار، مغربی بنگال، مدھیہ پردیش کی ہے۔ دراصل شمالی ہند میں مسلم اقلیت طبقے کی پسماندگی کے کئی وجوہ ہیں۔ اولاً تو معاشرتی نظام کا درہم برہم ہونا ہے جب کہ کسی بھی طبقے کی فلاح کے لئے یہ لازمی ہے کہ اس کا معاشرتی نظام مستحکم ہو۔ اس کا معاشرہ تمام تر ذہنی تعصّبات وتحفظات سے پاک ہو، آپسی تنازعات سے محفوظ ہو اور مذہبی تقاضوں کو پورا کرنے میں کماحقہٗ کامیاب ہو۔ مگر یہ تلخ حقیقت ہے کہ ہمارا معاشرہ مذکورہ تمام اوصاف سے محروم ہے۔ مذہب اسلام دنیا کو آپسی اتحاد کا سبق سکھاتا ہے، لیکن اپنی چشمِ حیران سے ہم سب یہ دیکھنے پر مجبور ہیں کہ ہمارے درمیان نفاق کی دیواریں کتنی بلند ہو چکی ہیں۔ کورٹ کچہری میں کبھی جا کر دیکھئے تو یہ حقیقت خود بخود عیاں ہوجائے گی کہ ہمارا سماجی تانا بانا کتنا بکھر چکا ہے۔ معمولی تنازعے کو لے کر برسوں سے مقدمے لڑرہے ہیں۔ اگر ہمارا معاشرہ شرعی تقاضوں کو پورا کرنے والا ہوتا تو شاید یہ تصویر دیکھنے کو نہیں ملتی۔ غیروں کی تو بات چھوڑیئے، ایک بھائی دوسرے بھائی کے خلاف دشمنی کی تمام حدوں کو عبور کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ جہیز جیسی لعنت نے تو اور بھی ہمارا بیڑا غرق کررکھا ہے۔ اس غیر شرعی روش نے نہ جانے کتنے خاندانوں کو تباہ وبرباد کردیا ہے۔ ہمارے مذہبی علماء ورہنما کی تمام تر کوششیں صدا بہ صحرا ثابت ہورہی ہیں کہ دنوں دن جہیز کی رسم پروان چڑھ رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس معاشرے میں غیر اخلاقی رویے کو فروغ ملتا رہے گا وہ پستی وتنزلی کا یقیناً شکار بنے گا۔ بالخصوص تعلیمی شعبے میں جو طبقہ پسماندہ ہوگا وہ شعبۂ حیات ودیگر شعبوں میں کبھی بھی نمایاں مقام حاصل نہیں کرسکتا۔ ہم سب اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ تعلیمی شعبے میں ہم کتنے پسماندہ ہیں۔ دیگر فضولیات پر ہمارے اخراجات میں کوئی کمی نہیں ہورہی ہے مگر تعلیمی میدان میں آگے بڑھنے کے لئے ہم دن رات اقتصادی کمی کا رونا روتے رہتے ہیں۔ جب کہ اسی ملک کی دیگر اقلیتیں تعلیمی شعبے میں اکثریتی طبقے پر بھی سبقت رکھتی ہیں۔ ملک کے جتنے نمایاں تعلیمی ادارے ہیں وہ عیسائی طبقے کے ہیں یا پھر سکھ اور جین کے ہاتھوں میں ہے۔ معیار ووقار کے لحاظ سے بھی ان کے ادارے اتنے مستحکم ہیں کہ دیگر طبقے کی نگاہیں انہیں کی طرف ہوتی ہیں۔ ملک کے بڑے شہروں سے لے کر چھوٹے چھوٹے گاؤں دیہات تک مشنریز اسکولوں کے جال بچھے ہوئے ہیں۔ جین اور بودھ اقلیت کے معیاری تعلیمی اداروں کی بھی کمی نہیں لیکن کبھی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر غور وفکر کیجئے اس میدان میں ہم کہاں کھڑے ہیں، تعلیمی اداروں کے نام پر ہمارے ادارے کہاں ٹھہرتے ہیں۔ ہم نے عصری تقاضوں کو پورا کرنے والے کتنے اسکول وکالج کھول رکھے ہیں؟ دراصل ہم صرف اور صرف سرکاری مراعات کے محتاج بنے ہوئے ہیں۔ اپنی گرہ سے کچھ کھولنے کو تیار نہیں ہیں اور نہ اپنے معاشرے میں صالح فکر ونظر اور صحت مند فضا بنانے کی جدوجہد کررہے ہیں۔ پھر ہماری تصویر کیسے بدلے گی یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے جس پر صرف غور ہی نہیں کرنا ہے، بلکہ ٹھوس لائحہ عمل بھی تیار کرنا ہے کہ وقت بہت گذر چکا اور زمانہ برق رفتاری سے بدل رہا ہے۔ اگر ہم نے خود کو نہیں بدلا تو پھر ہماری پستی کا ازالہ ممکن نہیں کہ یہ مسئلہ جذباتی نعروں سے حل نہیں ہوسکتا اور نہ صرف اور صرف حکومت کو موردِ الزام ٹھہرانے سے، بلکہ دیگر اقلیت طبقوں کی طرح تعلیمی پستی کو دور کرنے کے لئے عملی اقدام اٹھانے ہوں گے اور اگر ہم تعلیمی شعبے میں اپنی شناخت بنانے میں کامیاب ہوگئے تو ہماری اقتصادی، معاشی، سماجی اور سیاسی پستی خود بخود دور ہوجائے گی کہ دیگر طبقوں نے اسی نسخے کی بدولت ایک ترقی یافتہ طبقے کی صف میں خود کو نمایاں کیا ہے۔ اکثر یہ بات کہی جاتی ہے کہ ملک میں مسلم اقلیت کے ساتھ آزادی کے بعد سے ہی تعصّبانہ رویہ اپنایا جاتا رہا ہے، فرقہ واریت نے مسلم طبقے کے معاشرتی نظام کو درہم برہم کیا ہے، اقتصادی طور پر کمزور کیا ہے اور حکومت نے ایک سازش کے تحت اسے پسماندہ بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ مگر سچائی یہ ہے کہ مسلم اقلیت کی طرح ہی سکھوں پر بھی ظلم نہیں ڈھایا گیا ہے اور عیسائیوں کو بھی نہیں بخشا گیا ہے۔ باوجود اس کے سکھ اور عیسائی طبقے نے تعلیمی شعبے میں خود کو اتنا مستحکم کیا کہ دیگر شعبے میں ان کی شناخت خود بخود مستحکم ہوگئی ہے۔ انہوں نے ہماری طرح صرف رونے دھونے کی بجائے عملی طور پر اپنی فعالیت ثابت کی ہے اور اپنی پسماندگی کے ازالے کے لئے راستے بھی خود ہموار کئے ہیں۔ آزادی کے بعد فرقہ واریت کے شکار ہوئے ہیں۔ غرض کہ صبر آزما ماحول سے وہ بھی نبرد آزما رہے ہیں مگر تمام مشکلات کے دور میں اپنی ترقی کی راہ پر گامزن رہے ہیں۔ کہیں ٹھہرے نہیں ہیں، محض مرثیہ خواں نہیں بنے ہیں۔ ہم مسلم طبقے کو اپنے وطنِ عزیز کے ان اقلیت طبقوں سے سبق لینے کی ضرورت ہے کہ اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنے معاشرے کو اپنی فلاح و بہبود کا ضامن بناسکیں۔

کردار کشی: معاشرتی فساد

مفتی غلام یاسین نظامی

ایک مہذب معاشرے میں کسی کی کردار کشی کرنا بغیر کسی ثبوت کے انتہائی معیوب حرکت سمجھی جاتی ہے اگر بلا وجہ کسی پر کیچڑ اچھالا جارہا ہے یا دوسرے لفظوں میں بہتان لگایا جارہا ہے تو اس فعل سے لاتعلقی اختیار کی جائے بلکہ متاثرہ شخص کے بارے میں اچھا گمان رکھتے ہوئے اس کا دفاع کیا جائے۔ بغیر گواہوں کے کسی پر الزام لگانا سخت گناہ کے زمرے میں آتا ہے اور اس کی سزا بھی بہت کڑی ہے لیکن ہم اپنے معاشرے میں دیکھتے ہیں کہ چھوٹی سی بات کا بتنگڑ بنادیا جاتا ہے، اس سے نہ صرف متعلقہ افراد کی زندگیاں متاثر ہوتی ہیں، بلکہ باقی لوگوں کو بھی کوئی اچھا پیغام نہیں جاتا، برائی کی ترویج ہوتی ہے اور زندگی کے اچھے پہلو کہیں دب کر رہ جاتے ہیں جو معاشرے کو اچھائی کی طرف متحرک کرسکتے ہیں۔ خاص طور پر آج کے اس دور میں سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ کی موجودگی میں کسی کی کردار کشی اور اس کے نتائج تیزی سے سامنے آتے ہیں۔ اگر کردار کشی کی عادت پورے معاشرے کو گھیر لے تو یہ ایک بہت بڑا خطرہ اور چیلنج بن جاتی ہے۔ اگر انفرادی طور پر کوئی شخص کسی دوسرے کو معاشرے کی نظروں میں گرانا چاہتا ہے تو اس کا علاج نسبتاً آسان ہے لیکن اگر ایک پورا گروہ یا ایک پورا معاشرہ اس خرابی میں مبتلا ہوجائے تو اس کا علاج مشکل ہوجاتا ہے اور یہ پورے معاشرے کو تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔ روایات میں اس عادت کی مختلف الفاظ میں مذمت کی گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایک مسلمان کا خون، مال اور عزت وناموس دوسرے مسلمان پر حرام ہے ایک دوسری جگہ احادیث میں مذکور ہے کہ مومن کی عزت وحرمت اللہ کے نزدیک کعبہ کی عزت وحرمت سے زیادہ ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کا طواف فرمارہے تھے تو انہوں نے خانہ کعبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم کتنے زیادہ پاکیزہ ہو اور تمہاری خوشبو کتنی زیادہ خوشگوار ہے تمہاری کتنی زیادہ عظمت ہے اور تمہاری عزت وحرمت کتنی زیادہ عظیم ہے ہمارے نزدیک خانہ کعبہ کی کتنی زیادہ عزت وحرمت ہے اور ضروری ہے کہ مومن کی عزت و حرمت ہماری نگاہوں میں خانہ کعبہ سے بھی زیادہ ہونی چاہئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن کی عزت وحرمت اللہ کے نزدیک کعبہ کی عزت وحرمت سے زیادہ ہے۔

آج یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ برائی کا تذکرہ برائی کی تشہیر کرنے کے مترادف ہے۔ ہاں، اگر واقعی کوئی برائی معاشرے کے کسی حصے یا افراد میں پائی جائے تو اس کی اطلاع ایسے متعلقہ حکام کو دینی چاہئے جو اسے ختم کرنے کی استعداد رکھتے ہیں۔ ان کے سامنے تمام حقائق آنے چاہئے تاکہ وہ اس کے خاتمے کے لئے کوئی لائحہ عمل اختیار کریں لیکن آپ پبلک میں بیٹھ کر یا تقریروں اور خطابوں کے ذریعے یا اخباروں میں لکھ کر کسی کی پگڑی نہیں اچھال سکتے جب تک آپ کے پاس اس کو ثابت کرنے کے لئے مناسب ثبوت اور گواہ موجود نہ ہوں۔ اسلام میں تجسس اور غیبت سے منع کیا گیا ہے اگر غور کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دو چیزیں ایسی ہیں جو معاشرے میں فساد کا موجب بنتی ہیں۔ پہلے ہم لوگوں کی ٹوہ لیتے ہیں ان کی برائیاں تلاش کرتے ہیں پھر ان کی پیٹھ پیچھے ان پر سیر حاصل تبصرے کرتے ہیں اور جب غیبت سے تسلی نہیں ہوتی تو بات بہتان تک جا پہنچتی ہے۔ اس سارے عمل میں اتنے منفی جذبات شامل ہوجاتے ہیں کہ چھوٹا سا معاملہ بہت بڑے فساد کی شکل اختیار کرجاتا ہے جس کی وجہ سے کئی گھر ٹوٹتے ہیں، کئی زندگیاں تباہ ہوتی ہیں اور یہ سب کرنے والوں کو اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ وہ کس آگ سے کھیل رہے تھے، یہ آگ کئی گھر جلاسکتی ہے۔

ملکی سطح پر پہلے صرف چند مخصوص شعبے کے لوگوں کو اس کا نشانہ بنایا جاتا تھا ان بے چاروں کو پبلک پراپرٹی سمجھا جاتا تھا دوسرے لفظوں میں پبلک کا یہ حق تھا کہ وہ ان کی ذاتی زندگی کو اجیرن کرکے اپنے احساس کمتری کو مطمئن کرے لیکن جب سے ہمارا میڈیا آزاد ہوا ہے اس کی بات گھر گھر پہنچ رہی ہے تو اس نے بھی کوئی مہذب اور سنجیدہ ادارہ ہونے کا تاثر نہیں دیا، یہ بھی لوگوں میں سستی جذباتیت پیدا کرکے اپنے آپ کو مقبول کرانے کے چکروں میں ہے۔ اب کسی کی عزت محفوظ نہیں خواہ وہ سیاست داں، کھلاڑی ہوں یا سرکاری ملازم یا پھر عام پبلک سب پر ہاتھ صاف کرنے کا اس کو پورا پورا حق حاصل ہے۔ کسی بے چارے کی عزت دو کوڑی کی ہوتی ہے تو بھلے ہوں ان کی بلا سے انکی تو ریٹنگ بڑھ رہی ہے انکے تو پیسے بن رہے ہیں۔ انہیں نہیں پرواہ کہ بغیر ثبوت اور گواہ کے کسی کی عزت اچھالنا قذف کی مد میں آتا ہے اور قذف کی سزا اسلامی ریاست میں اسی (80) کوڑے ہیں اس کے علاوہ ساری عمر کے لئے ان پر جھوٹے کا لیبل لگ جائے گا۔ اب اس کی شہادت بھی معتبر نہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس طرح کرنے والوں کی اپنی عزت دوسروں کی نظروں میں کیا ہونی چاہیے اور میرے رب نے قرآن میں انہیں کس درجے پر رکھا ہے۔ ایک مہذب اور سنجیدہ معاشرے میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی کہ ہم دوسروں کی زندگیوں میں جھانکنے یا دخل دینے کی کوشش کریں۔ شایدہ یہی وجہ ہے کہ جب دین ہمیں کسی کے گھر میں داخل ہونے کے آداب سکھاتا ہے تو ساتھ یہ تاکید بھی کرتا ہے کہ اگر تمہارے تین دفعہ دستک دینے پر گھر والوں کی طرف سے کوئی جواب نہ ملے تو برا مانے بغیر لوٹ جاؤ، جہاں اس حکم کی اور بہت سی مصلحتیں ہوسکتی ہیں وہاں ایک مصلحت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ گھر والے کسی ایسے ذاتی کام میں مصروف ہوں جس میں وہ کسی اور کی دخل اندازی پسند نہ کریں تو انہیں اجازت ہے کہ وہ دروازے پر آنے والے کو ملاقات کئے بغیر واپس لوٹا دیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں ہمیں سکھایا گیا کہ دوسروں کا پردہ رکھو، اللہ تمہارا پردہ رکھے گا۔ لیکن ہم نے ان تمام چیزوں کو پس پشت ڈال کر وہ طرز عمل اختیار کرلیا ہے جو ہمارے گرد ونواح کو بھی متاثر کرتا ہے اور ہمیں دوسروں کی نظر میں چھوٹا کرتا ہے۔ اصل میں یہاں پر پھر ماں کا استاد کا اور منبر کا فرض بنتا ہے کہ وہ معاشرے کی تشکیل میں اور افراد کی تربیت میں اپنا کردار ادا کرے۔ لہٰذا بچوں کی تربیت اسی نہج پر ہونی چاہئے کہ انکو بچپن سے ہی بڑی سوچ کا حامل انسان بنایا جائے۔ وہ معاشرے میں اپنا کردار پہچانیں اور اسے بخوبی ادا کریں۔ ہمارا میڈیا بھی اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرے اور لوگوں کے سامنے مثبت اور تعمیری خیالات رکھے جس پر وہ سوچ بچار کریں۔ ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں۔

اخبارِ جہاں

محمد عادل فریدی

ٹیکس فراڈ کیس میں ڈونالڈ ٹرمپ کی کمپنی کو 15 سال کی سزا

سابق امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کی آرگنائزیشن کے ٹیکس فراڈ میں ملوث ہونے پر ریاستی عدالت کمپنی پر 15 سال کی سزا سنانے جارہی ہے۔ٹرمپ کی کمپنی ٹیکس فراڈ کی مرتکب پائی گئی ہے دوسری طرف کمپنی کے دو اہم افراد پر مین ہٹن میں گزشتہ ماہ 17 الزامات ثابت ہوچکے ہیں۔اس مقدمے میں استغاثہ نے ثبوت پیش کیے کہ ٹرمپ کی کمپنی نے ایگزیکٹوز کے لیے کرائے اور کار کے لیز جیسے ذاتی اخراجات کو آمدنی کے طور پر ظاہر کیے بغیر یہ بہانہ کیا کہ یہ کرسمس کے بونس غیر ملازم معاوضہ تھے۔ پراسیکیوٹرز نے بتایا کہ ٹرمپ نے خود بونس چیک، ساتھ ہی ساتھ ویسلبرگ کے لگژری مین ہٹن اپارٹمنٹ اور سی ایف او کے پوتے پوتیوں کے لیے پرائیویٹ اسکول ٹیوشن کی لیز کے چیک پر پر دستخط کیے تھے مین ہٹن کی فوجداری عدالت نے تین روز قبل ٹرمپ کمپنی کے سابق چیف فنانشل آفیسر 75 سالہ ایلن ویزلبرگ کو پانچ ماہ کے لیے جیل بھیج دیا تھا۔اس کیس میں ٹرمپ کی کمپنی پر 1.6 ملین ڈالر جرمانہ بھی عائد کیا گیا۔تاہم ٹرمپ کی کمپنی کے ترجمان کا کہنا ہے کہ اس کیس میں کسی اور پر فرد جرم عائد نہیں کی گئی اور نہ ہی اسے جیل کا سامنا ہے تاہم جرمانے کے خلاف اپیل دائر کی جائے گی۔(نیوز ایکسپریس پی کے)

حج کی ادائیگی کے لیے کورونا کا ویکسین لازمی

سعودی عرب نے فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے کورونا کا ویکسین لازمی قرار دے دیا ہے۔وزارت حج وعمرہ کی جانب سے جاری بیان کے مطابق حج کی ادائیگی کے خواہش مند افراد کو کورونا وائرس سے بچاؤ کے ویکسین کا مکمل کورس لینا ہوگا۔ویکسین نہ لینے والوں کو حج کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ حج کے لیے آنے سے قبل عازمین احتیاطاً فلو (انفلوئنزا) کی ویکسین بھی لگوالیں۔سعودی عرب نے رواں سال حج کے لیے عازمین کی تعداد پر عائد پابندی ختم کردی ہے۔گزشتہ دو برسوں سے کورونا کی وبا کو پھیلنے سے روکنے کے لیے عازمین کی تعداد محدود کردی گئی تھی۔(نیوز ایکسپریس پی کے)

سعودی عرب کی مسلح افواج میں بھرتی کے لیے 225 خواتین کو ٹریننگ

سعودی عرب میں پہلی بار مسلح افواج میں خواتین بھی شامل ہونے جارہی ہیں اور اس سلسلے میں 225 خواتین نے ٹریننگ مکمل کرلی۔سعودی میڈیا کے مطابق گزشتہ برس فروری میں پہلی بار خواتین کو مسلح افواج میں شریک ہونے کا موقع دیئے جانے کا فیصلہ کیا گیا تھا اور ستمبر میں 225 خواتین افسران نے آرمڈ فورسز ویمن کیڈر ٹریننگ سینٹر میں گریجویشن مکمل کی تھی۔خواتین افسران نے مختلف شعبہ جات میں خدمات انجام دینے کے لیے ڈپلومیٹک سیکیورٹی کے علاوہ حج اور عمرے کی سیکیورٹی کے اسپیشلائزیشن کورسز مکمل کرلیے اور اب فرائض کی انجام دہی کے لیے مکمل طور پر تیار ہیں۔خواتین کی ٹریننگ اور گریجویشن کے مکمل ہونے پر وزیر داخلہ شہزادہ عبدالعزیز بن سعود اور ڈائریکٹر پبلک سیکیورٹی لیفٹیننٹ جنرل محمد البسّامی کے تعاون سے تقریب منعقد کی گئی۔تقریب میں خواتین افسران کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا گیا۔مقررین کا کہنا تھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ملک کے ہر ایک محاذ پر خواتین بھی سیسہ پلائی ہوئی دیوار تک کھڑی ہوں۔خیال رہے کہ سعودی عرب کے وژن 2030 کے تحت ولی عہد محمد بن سلمان نے کئی انقلابی اقدامات کیے ہیں جن میں خواتین کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔(نیوز ایکسپریس پی کے)

سری لنکا کا حکومتی اخراجات گھٹانے کے لیے فوج میں ایک تہائی کمی کا فیصلہ

سری لنکا اپنے اخراجات گھٹانے کے لیے اگلے سال سے اپنی فوج میں ایک تہائی کی کمی کرنے کے منصوبے پر عمل شروع کردے گا۔وزیر دفاع پریمتھا بندارا تھینکون نے جمعے کے روز بتایا کہ حکومت اپنی فوج کی موجودہ تعداد میں لگ بھگ 35 ہزار کی کمی کرے گی۔اس وقت سری لنکا کی فوج ایک لاکھ 35 ہزار نفوس پر مشتمل ہے جسے منصوبے کے مطابق 2030 تک ایک لاکھ تک لایا جائے گا۔سری لنکا کو اس وقت گزشتہ 70 برسوں کے بدترین معاشی بحران کا سامنا ہے جس کی وجہ سے اسے ڈیفالٹ کرنا پڑا کیونکہ زرمبادلہ کی شدید قلت کے باعث وہ اپنے ذمے واجب الادا بیرونی ادائیگیوں کے قابل نہیں رہا تھا۔زرمبادلہ کی کمی کے نتیجے میں سری لنکا میں خوراک، ایندھن اور ادویات کی شدید قلت ہوگئی ہے۔عالمی بینک کے اعداد وشمار کے مطابق 2017 اور 2019 کے دوران سری لنکا کی افواج تین لاکھ 17 ہزار فوجیوں پر مشتمل تھیں جب کہ باغی گروپ لبریشن ٹائیگرز کے ساتھ 25 سالہ جنگ کے دوران یہ تعداد اس سے بھی زیادہ تھی۔2009 میں ٹائیگرز کی بغاوت کا خاتمہ ہوگیا تھا۔(وائس آف امریکہ)

افغانستان میں خواتین امدادی کارکنوں پر پابندی سے 60 لاکھ افراد کو قحط کا خطرہ

انسانی ہمدردی کے ایک بڑے گروپ نے پیر کو خبردار کیا کہ افغانستان میں امدادی کارکنوں پر پابندی سے 60 لاکھ لوگ قحط کا شکار ہوسکتے ہیں اور چھ لاکھ بچے تعلیم سے محروم ہوسکتے ہیں۔میڈیا رپورٹ کے مطابق ناروے کی ریفیوجی کونسل کے سیکرٹری جنرل جین ایگلینڈ نے کابل میں طالبان عہدے داروں کے ساتھ مذاکرات کے بعد یہ انتباہ جاری کیا۔انہوں نے ٹویٹ کیا کہ غیر سرکاری اداروں میں خواتین کارکنوں پر مسلسل پابندی سے 13 اعشاریہ 5 ملین افراد پینے کے پانی اور 14 اعشاریہ ایک ملین لوگ حفاظتی سہولتوں سے محروم ہوسکتے ہیں۔ایگلینڈ نے اتوار کو کابل میں ایک ریکارڈ دویڈیو میں کہا کہ ہم افغانستان میں جن لوگوں کی خدمت کررہے ہیں ان میں سے ہزاروں کو امداد پہنچانے سے قاصر ہیں۔وہاں بارشیں ہیں، برفباری ہے اور پریشان کن حالات ہیں۔لیکن اگر ہم تمام افغان روایتی اقدار کے مطابق صرف خواتین کارکنوں کے ساتھ اپنی کارروائیاں بحال کرسکیں تو ہم دوبارہ کام شروع کرسکتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ ہم جلد کوئی حل تلاش کرلیں گے۔ان کا کہنا ہے ہمیں تمام عملے کے ساتھ دوبارہ کام شروع کرنے کی اجازت دی جانی چاہیے، کیونکہ اگر ضرورت مند خاندانوں تک امداد نہ پہنچی تو بہت سی جانیں ضائع ہوجائیں گی۔(وائس آف امریکہ)

تعلیم و روزگار

یو جی سی نے انڈر گریجویٹ کورسز کے لیے نیا فریم ورک تیار کیا

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (UGC) نے انڈر گریجویٹ کورسز کے لیے نیا کریڈٹ اور نصابی فریم ورک تیار کیا ہے۔یو جی سی کے چیئرمین جگدیش کمار نے بتایا کہ چار سالہ انڈر گریجویٹ ڈگری رکھنے والے طلبہ اب براہ راست پی ایچ ڈی پروگرام میں داخل ہوسکتے ہیں۔یو جی سی کے چیئرمین نے یہ بھی کہا کہ یونیورسٹیاں اب تین سالہ آنرز ڈگری یا چار سالہ انڈر گریجویٹ پروگرام پیش کرنے کے لیے اپنے طور پر فیصلہ کرسکتی ہیں۔انہوں نے مزید بتایا کہ تین سالہ انڈر گریجویٹ کورسز کو اس وقت تک بند نہیں کیا جائے گا جب تک چار سالہ انڈر گریجویٹ پروگرام مکمل طور پر نافذ نہیں ہوجاتا۔انہوں نے پی ٹی آئی کے ساتھ ایک انٹرویو میں کہا کہ انڈر گریجویٹ کورسز کے لیے نئے کریڈٹ اور نصابی فریم ورک کا اعلان اس ہفتے کے شروع میں کیا گیا تھا اور یہ آنرز ڈگری کورسز کو چار سالہ پروگرام کے طور پر بیان کرتا ہے۔تاہم کمار نے واضح کیا کہ یونیورسٹیاں تین اور چار سالہ پروگراموں کے درمیان انتخاب کرسکتی ہیں۔یہ یونیورسٹیوں پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ان سے پوچھا گیا کہ کیا یونیورسٹیوں کے لیے آنرز کی ڈگریوں کے لیے چار سالہ طرز پر منتقل ہونا لازمی ہے؟

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (یو جی سی) کے چیئرمین نے یہ بھی کہا کہ چار سالہ انڈر گریجویٹ ڈگری والے امیدوار براہ راست پی ایچ ڈی کرسکتے ہیں اور انہیں ماسٹر ڈگری کی ضرورت نہیں ہوگی۔ چار سالہ انڈر گریجویٹ پروگرام (FYUP) کے فوائد بیان کرتے ہوئے کمار نے کہا کہ پہلا فائدہ یہ ہے کہ انہیں پی ایچ ڈی پروگرام میں شامل ہونے کے لیے ماسٹر ڈگری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

انہوں نے کہا کہ چونکہ کثیر الضابطہ کورسز، قابلیت بڑھانے کے کورسز، ہنر بڑھانے کے کورسز، ویلیو ایڈڈ کورسز اور انٹرن شپس چار سالہ انڈر گریجویٹ پروگرام میں شامل ہیں۔اس سے طلبہ کے لیے ملازمت اختیار کرنے یا اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے مواقع بڑھیں گے۔یو جی سی نے انڈر گریجویٹ پروگراموں کے لیے نصاب اور کریڈٹ فریم ورک کے بارے میں تفصیلات سے مطلع کیا جو طلبہ کو داخلے اور باہر نکلنے کے لیے متعدد اختیارات فراہم کرے گا۔یہ فریم ورک موجودہ چوائس بیسڈ کریڈٹ سسٹم پر نظر ثانی کرکے تیار کیا گیا ہے۔

بی ایچ یو میں آرٹیفیشل انٹیلی جنس میں سرٹیفکیٹ کورس کا آغاز

بنارس ہندو یونیورسٹی (بی ایچ یو) نے حال ہی میں مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) میں سرٹیفکیٹ کورس شروع کیا ہے۔بی ایچ یو کے کمپیوٹر سائنس ڈیپارٹمنٹ نے آرٹیفیشل انٹیلی جنس میں ایک خصوصی تربیت اور چھ ماہ کا سرٹیفکیٹ پروگرام شروع کیا ہے۔کوئی بھی طالب علم جو BHU کے اس کورس کے لیے اپلائی کرنا چاہتے ہیں، وہ سرکاری ویب سائٹ ai/textanalytics.in کے ذریعہ درخواست دے سکتے ہیں۔بی ایچ یو نے 12 جنوری سے آرٹیفیشل انٹیلی جنس سرٹیفکیٹ کورس کے لیے درخواست کا عمل شروع کردیا ہے۔دلچسپی رکھنے والے طلبہ اس کورس میں داخلہ حاصل کرنے کے لیے 25 جنوری 2023 تک درخواست دے سکتے ہیں۔اس پروگرام میں کل سوسیٹیں ہیں، اس کی کلاسیں یکم فروری سے شروع ہوکر جولائی میں ختم ہوں گی۔

کمپیوٹر سائنس، ریاضی، انجینئرنگ، ٹیکنالوجی میں ڈگری یا اس کے مساوی اہلیت رکھنے والے طلبہ اس کورس کے لیے درخواست دے سکتے ہیں۔طلبہ کو اس پروگرام کے لیے کوئی فیس ادا نہیں کرنی پڑے گی، یہ کورس مفت ہے۔ BHU کورس کو کامیابی سے مکمل کرنے والے تمام شرکاء کو سرٹیفکیٹ دے گا۔واضح ہو کہ BHU کے کمپیوٹر سائنس کے شعبہ کو الیکٹرانکس اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی وزارت (MeitY) حکومت ہند کی مدد حاصل ہے۔کورس کے دوران AI سے متعلق موضوعات مثلاً آرٹیفیشیل انٹلی جنس اور بگ ڈیٹا کا تعارف، شماریاتی تصورات اور ایپلی کیشنز، شماریاتی ٹولز، ڈیٹا کی درآمد اور پہلے سے پروسیسنگ، ڈیٹا کی ایکسپلوریشن اور ہیرا پھیری، ڈیٹا کے ڈھانچے اور الگورتھم، گراف اور اسٹرنگ الگورتھم، مصنوعی اعصابی نیٹ ورکس، ڈیٹا سائنس ٹاپک پروگرام جیسے آرٹیفیشل نیورل نیٹ ورکس۔کے لیے، python میں پروگرامنگ، انتظامی مہارت وغیرہ کا احاطہ کیا جائیگا۔اس کورس میں اسکوپ کی کمی نہیں ہے، اس کورس کو پورا کرنے کے بعد طلبہ کو اپلائڈ سائنٹسٹ اور ڈیٹا سائنٹسٹ کی نوکری مل سکتی ہے۔

مولانا منت اللہ رحمانی پارامیڈیکل انسٹی ٹیوٹ

امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔801505

داخلہ نوٹس

جن طلبہ وطالبات نے مولانا منت اللہ رحمانی پارامیڈیکل انسٹی ٹیوٹ امارت شرعیہ پھلواری میں بی ایم ایل ٹی اور بی پی ٹی میں داخلہ کے لیے داخلہ امتحان دیا تھا اور ان کا داخلہ نہیں ہوسکا، اگر وہ طلبہ بہار سرکار Health Deptt. سے Permament منظور شدہ Diploma in Pathology (DMLT) دو سالہ میں داخلہ لینا چاہتے ہیں تو وہ جلد از جلد انسٹی ٹیوٹ میں آکر داخلہ لے سکتے ہیں، کچھ محدود سیٹیں ہی بچی ہوئی ہیں۔داخلہ کیلئے انٹرمیڈیٹ کا مارکس شیٹ، CLC اور Migration جمع کرنا ضروری ہے۔

تعلیمی لیاقت کم سے کم I.Sc (Physics,Chemistry,Biology&English) ہونا ضروری ہے۔مزید معلومات کے لیے درج ذیل نمبرات پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

فون نمبر: 8873771070,9334338123,9939899930

(سہیل احمد ندوی) (سید نثار احمد)

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

اخلاص نیت، ہدف اور مقصد کی تعیین کے ساتھ محنت اور اساتذہ کے مشوروں پر عمل کامیابی کی کنجی ہے: حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی

دار العلوم الاسلامیہ رضا نگر گون پورہ میں طلبہ کے درمیان حضرت نائب امیر شریعت کا نصیحت آمیز خطاب

استاذ شاگرد کا رشتہ ہی دنیا کا واحد رشتہ ہے، جس میں ہر استاذ چاہتا ہے کہ میرا ہر شاگرد مجھ سے بھی اچھا ہو جائے، اس کے لیے وہ اپنی ساری صلاحیت اور مہارت اپنے شاگرد کی صلاحیت ونکھارنے اور اس کے مستقبل کو روشن کرنے کے لیے لگا دیتا ہے۔آپ حضرات طالبان علوم نبوت ہیں، آپ کا مقام بہت بلند ہے، فرشتے آپ کے لیے پر بچھا رہے ہیں، مچھلیاں پانی میں آپ کے لیے استغفار کر رہی ہیں، روئے زمین کے بہترین انسانوں میں آپ کا شمار ہے۔آپ وہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے انتخاب کیا ہے، آپ برگزیدہ جماعت ہیں۔آپ کائنات کے افضل ترین اور اشرف ترین انسان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشیں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی مقصد یعنی تعلیم وتعلم کے لیے ہی پیدا کیا تھا۔آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ بھی اسی مقصد کو لے کر یہاں آئے ہیں۔اسی لیے آپ حضرات بہت اہم مقام پر ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ آپ اپنے مقام بلند کو سمجھئے اور اس منصب کی جو ذمہ داریاں اور فرائض ہیں ان کا ادراک کیجئے۔

یہ باتیں نائب امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب نے امارت شرعیہ کے زیر اہتمام چلنے والے معروف تعلیمی ادارہ دار العلوم الاسلامیہ رضا نگر گون پورہ میں مورخہ ۱۲/جنوری کو منعقد طلبہ کی ایک تربیتی واصلاحی نشست میں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہیں۔اپنے محاضرہ کے دوران جہاں آپ نے طلبہ کو قیمتی نصیحتیں کیں، وہیں اساتذہ وذمہ داران کو بھی تدریسی اور انتظامی امور سے متعلق بیش قیمت مشورے دیے۔

آپ نے طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ مدارس میں پڑھنے والے طلبہ صرف تین فیصد ہیں باقی ستانوے فیصد بچے اسکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں جو دین کی تعلیم حتی کہ بنیادی عقائد وعبادات کی تعلیم سے بھی بے بہرہ ہیں، ان کے دین وایمان کی حفاظت اور ان کو دین کی باتیں سکھانے کی ذمہ داری ان تین فیصد طلبہ پر عائد ہوتی ہے جو مدارس میں پڑھتے ہیں۔آپ اس اعتبار سے قابل مبارک باد ہیں کہ آپ نے دین کی تعلیم کا انتخاب اس دور مادیت میں کیا۔لیکن آپ کو یہ طے کرنا ہوگا کہ واقعتاً یہ آپ کا انتخاب ہی ہے، کہیں آپ کی مجبوری تو نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ بلا مقصد، بلا نیت اور بلا ارادہ آپ مدرسے میں آ گئے ہوں۔یہ نہیں ہونا چاہئے، بلکہ آپ سوچ سمجھ کر نیت کو خالص کر کے دین کی تعلیم کا انتخاب کیجئے تو یہ تعلیم آپ کو دنیا میں بھی سرخرو کرے گی اور آخرت میں بھی آپ ممتاز ہوں گے۔

آپ نے مزید کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آج حالات بہت مشکل ہیں، اس سے ہمارے درمیان مایوسی اور احساس کمتری پیدا ہوتی ہے۔ایسا نہیں ہے کہ حالات آج ہی مشکل ہوئے ہیں، ہمارے اکابر اور اسلاف نے اس سے زیادہ برے حالات کا مقابلہ کیا ہے، ہر دور میں دین کا کام کرنے والوں کے لیے حالات مشکل رہے ہیں، لیکن دین کے خدمت گاروں نے ان مشکل حالات کا پامردی سے مقابلہ کرتے ہوئے دین وشریعت کی خدمت کی ہے اور اللہ کی سرزمین پر اس کے کلمہ کو بلند کیا ہے۔

اس لیے حالات کے مشکل ہونے کا رونا مت روئیے، اگر آپ کچھ بننا چاہیں گے اور اس کے لیے اخلاص نیت کے ساتھ ہدف اور مقصد کی تعیین کے ساتھ محنت کریں گے اور کچھ بننا چاہیں گے تو یقین مانئے کہ آپ میں سے ہی صاحب بصیرت علماء، فضلاء، دین کے داعی، مصنف، فقیہ، شیخ الحدیث، شیخ التفسیر، ملی اور سماجی خدمت گار اور دین وملت کے قائدین پیدا ہو جائیں گے۔لیکن کامیاب ہونے کے لیے اخلاص، اساتذہ کی اطاعت، ان کے مشورے پر عمل اور محنت بہت ضروری ہے۔آپ نے کہا کہ اعتدال کے ساتھ سال بھر محنت جاری رکھئے تب ہی آپ کامیاب ہوں گے، بے اعتدالی سے محنت کرنا طلبہ کو بہت زیادہ فائدہ نہیں دیتا۔

آپ نے طلبہ کو اپنے تجربات کی روشنی میں روزمرہ کے معمولات کو مرتب ومنظم کرنے، وقت کی پابندی، سونے اور پڑھنے کے لیے اوقات متعین کرنے، پوری نیند لینے اور روزمرہ کے معمولات کو ڈائری میں نوٹ کرنے جیسے اہم مشورے دیے۔آپ نے کہا کہ آپ کا تعلق امارت شرعیہ جیسے ادارے سے ہے، اس لیے امارت شرعیہ کے پیغام کو عام کرنا بھی اپنے فرائض منصبی میں شامل کیجئے۔اپنے اندر فکر امارت کو پیدا کیجئے، اس کے لیے ضروری ہے کہ امارت شرعیہ کے بانیان اور اکابر کی سوانح کا مطالعہ کیجئے۔کم از کم بانی امارت شرعیہ مولانا ابو المحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کا تو ہر طالب علم کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔آپ نے اساتذہ اور ذمہ داروں کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ تربیتی محاضرہ کے اس سلسلہ کو آگے بھی جاری رکھئے اور طلبہ کا اصلاحی نظام بنائیے، تجربہ کار اساتذہ اور ماہرین کو بلا کر ان کا تربیتی خطاب طلبہ کے درمیان مہینے دو مہینے پر ہو تو اس کا بڑا فائدہ ہوگا۔

اس سے پہلے دار العلوم الاسلامیہ کے سکریٹری مولانا سہیل احمد ندوی صاحب نے بھی طلبہ کو قیمتی نصیحتیں کیں۔آپ نے کہا کہ تعلیم وتعلیم سے متعلق تین بنیادی باتیں ہیں جو ہر طالب علم کی کامیابی کے لیے ضروری ہیں ایک اخلاص، دوسرا اجتہاد اور تیسرا اختصاص، یعنی نیتوں کو درست کریں، تعلیم وتعلم کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ہم اللہ کو راضی کر لیں، اور فراغت کے بعد اپنی زندگی درس وتدریس اور علوم دینیہ کی توسیع واشاعت میں گزاریں۔جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اور سیکھا ہے، اس کو دوسروں کے اندر منتقل کرنے کا عزم کریں۔آپ نے نئی قومی تعلیمی پالیسی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آنے والے دنوں میں ہمارے عقیدے اور ایمان پر مزید سخت حملے ہونے والے ہیں اور ان کو ختم کرنے کی سازش تعلیمی نصاب اور نظام کے راستے سے کی جانے والی ہے، اس لیے نئی نسل کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کرنا بھی آپ حضرات یعنی مدارس کے پڑھنے والوں کی ذمہ داری ہے، اس لیے آپ حضرات یہ عزم مصمم کیجئے کہ اپنی لائن چینج نہیں کریں گے بلکہ اپنی صلاحیتوں کو اللہ کے دین کی نشر واشاعت میں لگائیں گے اور فکر امارت کو عام کریں گے، فکر امارت حالات کے تقاضے کے مطابق امت کی رہنمائی کرنے کا نام ہے۔آپ ہی امارت شرعیہ کی پونجی ہیں اور آپ ہی لوگوں کو یہ فریضہ انجام دینا ہے۔اس اصلاحی وتربیتی نشست میں دار العلوم الاسلامیہ کے تمام درجات کے طلبہ، اساتذہ وذمہ داران شریک تھے، آخر میں حضرت نائب امیر شریعت کی دعا پر نشست کا اختتام ہوا۔

وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ سے ملحق مدارس کا سالانہ امتحان 25 فروری مطابق 04 شعبان سے، شیڈول جاری

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی صدارت میں منعقد میٹنگ میں وفاق سے متعلق کئی اہم تجاویز منظور

مورخہ 07/جنوری 2023ء بروز سنیچر وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ کے ذمہ داران کی ایک میٹنگ آن لائن زوم پر امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی، جس میں سالانہ امتحان کے انعقاد اور ملحقہ مدارس کے تعلیمی امور سے متعلق اہم امور پر گفتگو ہوئی اور سالانہ امتحان کی تاریخ کے ساتھ ساتھ کئی دیگر اہم تجاویز منظور ہوئیں۔اس میٹنگ میں حضرت امیر شریعت کے علاوہ نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی، قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی، نائب ناظم امارت شرعیہ وناظم وفاق المدارس الاسلامیہ مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، قاضی شریعت امارت شرعیہ مولانا مفتی انظار عالم قاسمی، صدر مفتی امارت شرعیہ وخازن وفاق المدارس الاسلامیہ مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی، مفتی امارت شرعیہ ونائب ناظم امتحان مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی، نائبین ناظم مولانا سہیل احمد ندوی ومولانا مفتی محمد سہراب ندوی، مولانا مفتی اختر امام عادل بانی ومہتمم جامعہ ربانی منوروا شریف، مولانا سید فخر الدین قاسمی جامعہ مدینۃ العلوم نستہ، کٹیہار، مولانا شرافت علی ندوی جامعہ فلاح دارین روہتاس، مولانا مفتی انوار احمد قاسمی ناظم امتحان وفاق المدارس الاسلامیہ، مولانا مفتی محمد یوسف قاسمی مدرسہ محمود العلوم دملہ، مولانا مفتی احتکام الحق قاسمی نائب مفتی امارت شرعیہ ورکن امتحان کمیٹی، مفتی ابوبکر قاسمی مدرسہ اسلامیہ شکر پور بھروارہ، دربھنگہ، مولانا قاضی محمد عمران قاسمی دار العلوم جامعہ قاسمیہ بالا ساتھ سیتا مڑھی اور مولانا سعید کریمی قاسمی، مولانا حافظ احتشام رحمانی اور مولانا محمد عادل فریدی دفتر نظامت امارت شرعیہ نے شرکت کی۔تمام شرکاء کے اتفاق سے سالانہ امتحان کی تاریخ 25 فروری 2023 مطابق 04/شعبان 1444 ہجری تا 09/شعبان 1444 ہجری طے کی گئی۔اس کے علاوہ تعدیل سوالات کی کمیٹی بھی تشکیل دی گئی۔نیز یہ بات بھی طے ہوئی کہ تمام ملحقہ مدارس کی ایک آن لائن میٹنگ امتحان سے پہلے کی جائے جس میں امتحان اور تعلیمی امور سے متعلق تمام ضروری مسائل پر گفتگو ہو اور شوال کے بعد ایک بڑا بین المدارس اجتماع منعقد کیا جائے، جس میں معلمین کی تدریسی صلاحیتوں کو مضبوط کرنے کے لیے عملی مشق کرائی جائے اور نئے میقات کے لیے ذمہ داروں کا انتخاب عمل میں آئے۔

اپنی صدارتی گفتگو میں حضرت امیر شریعت مدظلہ نے کہا کہ ہم لوگوں نے طے کیا تھا کہ وفاق سے ملحق تمام مدارس کے اساتذہ کا ایک تربیتی ورک شاپ کیا جائے گا جس میں ملک وبیرون ملک کے معروف مشہور ماہرین تعلیم وتدریس کو بلا کر تدریسی طریقہ کار کی ٹریننگ اساتذہ مدارس کو دی جائے گی۔لیکن کسی وجہ سے یہ ورک شاپ اس سال نہیں ہو سکا، ان شاء اللہ آئندہ تعلیمی سال میں اس ورک شاپ کا انعقاد کیا جائے گا۔انہوں نے مزید کہا کہ نئی تعلیمی پالیسی 2020ء کا مطالعہ تمام اہل مدارس کو کرنا چاہئے، اس پالیسی کا نفاذ ہو گیا تو آنے والے وقت میں آزاد مدارس کے فارغین کے لیے بورڈ کے مدارس میں تدریس کے دروازے بند ہو جائیں گے، صرف وہی اساتذہ بحال ہوں گے، جنہوں نے بی ایڈ کیا ہوگا۔اس لیے اس پر غور کرنا چاہئے کہ آزاد مدارس کے تعلیمی نظام میں کیا تبدیلی کی جائے کہ ہمارے فارغین کو بی ایڈ کرنے کا موقع مل سکے۔

وفاق المدارس الاسلامیہ کے ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی نے گزشتہ ایک سال کی وفاق سے متعلق سرگرمیوں کی تفصیل بیان کی اور امتحان سے متعلق امور پر روشنی ڈالی، امتحان کمیٹی کے ارکان اور مدعوئین خصوصی نے اس تفصیل پر اطمینان کا اظہار کیا، ناظم وفاق نے مذکورہ میٹنگ کے حوالہ سے بتایا کہ امتحان کی تاریخ طے ہوگئی ہے اور سوالات کا خاکہ بنانے کے لیے بھی ممتحنین کا انتخاب کر لیا گیا ہے، تمام ملحقہ مدارس کو آگاہ کر دیا گیا ہے کہ وہ وقت پر نصاب پورا کر لیں، اس لیے کہ سوالات مقدار خواندگی کے اعتبار سے نہیں آئیں گے بلکہ ان میں پورے نصاب کا احاطہ ہوگا۔انہوں نے ملحقہ مدارس کے ذمہ داران سے یہ بھی گزارش کی ہے کہ وہ درجات کے اعتبار سے طلبہ کی تعداد اور امتحان فیس جلد از جلد وفاق کے دفتر میں جمع کرا دیں۔واضح ہو کہ وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ سے دو سو تہتر (273) مدارس ملحق ہیں، اور یہ ان مدارس کے نصاب، نظام تعلیم اور نظام امتحان میں یکسانیت پیدا کرنے، تعلیم کو ہر اعتبار سے معیاری اور پرکشش بنانے نیز مدارس کے طلبہ میں مسابقاتی مزاج پیدا کرنے کے لیے 1996ء سے سرگرم عمل ہے۔سالانہ امتحان سے قبل مدارس ملحقہ کی ایک میٹنگ ان شاء اللہ زوم پر جلدی منعقد کی جائے گی۔میٹنگ کا آغاز مولانا سعید کریمی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا اور آخر میں حضرت امیر شریعت کی دعا پر میٹنگ کا اختتام ہوا۔یہ اطلاع رفیق وفاق المدارس الاسلامیہ مولانا سعید کریمی صاحب نے دی ہے۔

جنگوں اور جنگی تیاریوں کا ماحولیاتی تباہی میں کردار

جنگوں، جنگی تیاریوں اور ہتھیاروں کے تجربات سے ماحول کو پہنچنے والے نقصانات پر آج تک بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ جنگوں میں زیادہ اہمیت انسانی جانوں کے ضیاع کو دی جاتی ہے اور ماحولیاتی تباہی کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ روسی صدر ولادیمیر پوٹن کی طرف سے یوکرین پر حملے کے بعد نہ صرف براعظم یورپ پر جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں بلکہ یوکرین میں جاری تصادم کی وجہ سے دنیا بھر میں امن پسندوں کو یہ فکر بھی لاحق ہوگئی ہے کہ کہیں جوہری جنگ کا عفریت اپنے جبڑے کھولے انسانی لہو سے غرارے کرنے کے لیے بے تاب نہ ہو جائے۔ گزشتہ فروری میں شروع ہونے والی یوکرینی جنگ میں دس ماہ کے دوران دونوں جانب سے گولہ بارود کا بے تحاشہ استعمال کیا جا چکا ہے۔

انہیں خوف ہے کہ یوکرین اور یورپ کے سر پر منڈلاتے جنگی بربریت کے یہ سائے کہیں پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں نہ لے لیں۔ ایک طرف اس ممکنہ جنگ سے انسانی جانوں کو پہنچنے والے نقصانات کے تخمینے لگائے جا رہے ہیں اور دوسری جانب دنیا بھر میں ماحولیاتی تحفظ کے حوالے سے کام کرنے والے کارکنان اس بات پر بھی غور کر رہے ہیں کہ یہ جنگ قدرتی ماحول کو کس طرح متاثر کر سکتی ہے۔ امن پسندوں کا یہ بھی شکوہ ہے کہ جنگ سے ہونے والے انسانی جانوں کے نقصانات پر تحقیق کی جاتی ہے۔ اس سے انفراسٹرکچر کی تباہی پر بھی بات کی جاتی ہے لیکن بہت کم تحقیقی مقالے اور کتابیں اس بات کا تفصیل سے ذکر کرتی ہیں کہ کس طرح جنگی تیاریاں، جنگی مشقیں، ہتھیاروں کے تجربات اور دفاعی اخراجات ماحولیات کا جنازہ نکالتے ہیں۔ کرس ہیجیز کی مشہور تصنیف ''ہر شخص کو جنگ کے بارے میں کیا جاننا چاہیے'' شاید ان چند ایک کتابوں میں شامل ہے، جو ماحولیاتی نقصان پر تفصیل سے بات کرتی ہیں، لیکن اس کتاب کا محور بھی انسانی ہلاکتیں اور دوسرے عناصر ہیں۔ مثال کے طور پر مذکورہ بالا کتاب میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ تقریباً ساڑھے تین ہزار سالوں پر محیط معلوم انسانی تاریخ میں ابن آدم نے صرف 248 سال حالت امن میں گزارے ہیں، جو ریکارڈ ڈ ہسٹری کا صرف آٹھ فیصد بنتا ہے۔ اس کتاب کا یہ دعویٰ ہے کہ صرف بیسویں صدی میں ایک سو آٹھ ملین افراد جنگوں میں ہلاک ہوئے، جو کہ ناقدین کے مطابق ایک محتاط اندازہ ہے کیونکہ یہ تعداد اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہو سکتی ہے۔ پوری انسانی تاریخ میں جنگوں سے ہونے والی ہلاکتوں کی تعداد کا اندازہ پندرہ ملین سے لے کر ایک ارب تک کا ہے۔

واضح رہے کہ یہ اعداد و شمار 2003ء تک کے ہیں۔ اس کے بعد بھی دنیا میں بہت سارے مسلح تصادم ہوئے ہیں اور اس کے علاوہ کئی ملک خانہ جنگی کا شکار بھی ہوئے اور ان پر بیرونی حملے بھی کیے گئے۔ 2003ء کے بعد بھی ایک اندازے کے مطابق 15 لاکھ سے زائد افراد جنگ، مسلح تصادم اور خانہ جنگی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ جنگوں میں صرف انسانی جانوں کے نقصان پر ہی توجہ مرکوز رکھی جاتی ہے جب کہ ماحولیات کو پہنچنے والے نقصان پر بہت کم بات کی جاتی ہے۔ ہیجز کی اس تصنیف میں جنگ کی ہولناکیاں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ بھی بتایا جائے کہ جنگ سے کس طرح ماحول اور ماحولیات کو نقصان پہنچتا ہے کیونکہ ہمیں زندگی گذارنے کے لئے ہوا سے لے کر پانی اور پانی سے لے کر تمام دوسرے قدرتی وسائل درکار ہوتے ہیں، جو قدرتی ماحول کا ایک حصہ ہیں۔

ناقدین کا خیال ہے کہ ہمیں اکثر یہ تو بتایا جاتا ہے کہ اگر ایک پلاسٹک کا ڈبہ فلاں جگہ پر رکھ دیا جائے تو اس کا ماحولیات پر کیا اثر ہوتا ہے یا کوئی کچرے کا ڈبہ کسی سمندری حدود میں پھینک دیا جائے تو وہ ماحول کو کس طرح متاثر کرتا ہے۔ یعنی وہ عمل جو شاید ماحول کو اتنی بری طرح متاثر نہیں کرتے ہیں، ان کا تذکرہ تو ہوتا ہے۔ لیکن جنگ، دفاعی اخراجات، جنگ کی تیاریاں، حربی مشقیں اور ہتھیاروں کے تجربات کس طرح ماحولیات کو ایک ناقابل تلافی تباہی کا شکار کرتے ہیں، اس پر بہت کم بولا اور لکھا جاتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں ہتھیاروں اور تیل کی خرید و فروخت میں ملوث لابیاں بہت مضبوط ہیں اور ان دونوں لابیوں کا آپس میں بہت گہرا رشتہ ہے۔ مثال کے طور پر دنیا کی افواج کو اگر مختلف ادارہ جاتی اکائیوں میں سے ایک اکائی سمجھا جائے تو شاید یہ واحد اکائی ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ تیل استعمال کرتی ہے اور جس کے جلنے اور جلانے سے ماحولیات پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔

بالکل اسی طرح پینٹا گون بحیثیت ایک ادارے کے دنیا کا وہ واحد ادارہ ہے، جو شاید سب سے زیادہ تیل استعمال کرتا ہے۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ چند جنگی طیاروں میں جتنا ایندھن استعمال ہوتا ہے وہ شاید روڈ پر چلنے والی سینکڑوں بسوں یا ممکنہ طور پر ہزاروں بسوں سے بھی زیادہ ہو۔ کیوں کہ دنیا بھر کی مسلح افواج اور ان کے اضافی تربیت یافتہ دستے عالمی افرادی قوت کا ایک اچھا خاصا حصہ ہیں، اس لیے یہ تصور کیا جاتا ہے کہ ماحولیاتی آلودگی پھیلانے اور ماحول کو خراب کرنے میں ان کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دنیا بھر میں مسلح افواج کی تعداد دو کروڑ دس لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ اسی طرح کیونکہ یہ افواج کھربوں ڈالر خرچ کرتی ہیں اس لیے اس بات کا بھی امکان ہے کہ اس خرچ سے ماحولیات پر بہت برے اثرات پڑتے ہیں۔ مثال کے طور پر کرس ہیجز کی مذکورہ بالا کتاب میں کیے گئے ایک دعوے کے مطابق امریکہ نے 1975ء سے لے کر 2003 تک اپنے اپنی قومی مجموعی پیداوار (جی ڈی پی) کا اوسطاً تقریباً تین سے چھ فیصد حصہ قومی دفاع پر لگایا ہے، جو وفاقی بجٹ کا سالانہ 15 سے 30 فیصد حصہ بنتا ہے۔ اکیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں یہ بجٹ تقریبا؟ 350 بلین ڈالر سالانہ تھا۔ جب کہ تعلیم کے لیے سالانہ 60 بلین ڈالرز اور ریاستی و بین الاقوامی معاونت کے لیے صرف 15 بلین ڈالر مختص تھے۔ انیس سو چالیس سے لے کر انیس سو چھیانوے تک امریکہ نے فوج پر 16.3 ٹریلین ڈالر خرچ کیے، جس میں سے پانچ ٹریلین ڈالر سے زیادہ جوہری ہتھیاروں پر خرچ کیے گئے تھے۔ اتنے وسیع پیمانے پر اخراجات سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے ماحولیات پر کیا اثرات مرتب کیے ہوں گے۔ یہ خرچہ اس کے علاوہ ہے جو عراق اور افغانستان کی جنگوں میں کیا گیا۔ براؤن یونیورسٹی کے واٹسن انسٹی ٹیوٹ کے مطابق امریکہ ان جنگوں میں پانچ ٹریلین ڈالر سے زیادہ خرچ کر چکا ہے۔ کچھ اور اندازوں کے مطابق یہ خرچہ آٹھ ٹریلین ڈالر کا ہے۔ (ڈوئچے ویلے جرمنی سے ماخوذ)

جوشی مٹھ: ہمالیہ کا وہ قصبہ جو آہستہ آہستہ زمین میں دھنستا جا رہا ہے

02 جنوری کو علی الصبح پرکاش بھوتیال کی آنکھ اپنے گھر میں ایک دھماکے کے ساتھ کھلی۔ اُنھوں نے لائٹ جلائی تو دیکھا کہ ان کے نئے تعمیر شدہ دو منزلہ مکان کے 11 میں سے نو کمروں کی اینٹوں سے بنی دیواروں میں بڑی بڑی دراڑیں پڑ گئی ہیں۔ پرکاش کے تمام گھر والے گھبرا کر ان دو کمروں میں منتقل ہو گئے جن میں معمولی کریک آئے ہیں۔ 52 سالہ پرکاش اور ان کا 11 افراد پر مشتمل خاندان شمالی انڈیا کی ریاست اتراکھنڈ کے ایک چھوٹے سے ہمالیائی پہاڑی شہر جوشی مٹھ میں رہتا ہے۔ پرکاش بھوتیال کہتے ہیں، ''ہم دیر تک جاگتے رہتے ہیں، ایک چھوٹی سی آواز بھی خوف و ہراس پیدا کر دیتی ہے، ہم پوری تیاری کے ساتھ بستر پر جاتے ہیں تاکہ کسی ایمرجنسی کی صورت میں فوراً باہر نکل سکیں، لیکن باہر بھی چیزیں اتنی محفوظ نہیں ہیں۔'' حکام کا کہنا ہے کہ جوشی مٹھ میں زمین آہستہ آہستہ دھنس رہی ہے۔ جوشی مٹھ 20 ہزار افراد پر مشتمل ایک قصبہ ہے جو ایک پہاڑی کے کنارے آباد ہے جہاں دو وادیاں 6,151 فٹ کی بلندی پر آپس میں ملتی ہیں۔ تقریباً ساڑھے چار ہزار عمارتوں میں سے 670 سے زیادہ میں دراڑیں پڑ گئی ہیں، جس میں ایک مقامی مندر اور ایک رسیوں سے بنا پُل بھی شامل ہے، ایک ایسے علاقے میں جو حکام کے مطابق 350 میٹر چوڑا ہے، فٹ پاتھوں اور گلیوں میں دراڑیں پڑی ہوئی ہیں، دو ہوٹل اب ایک دوسرے پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں، پانی کھیتوں سے باہر اُبل رہا ہے جس کی وجہ واضح نہیں ہے۔ قصبے میں تقریباً 80 خاندانوں کو ان کے گھروں سے سکولوں اور ہوٹلوں میں منتقل کیا گیا ہے۔ ڈیزاسٹر ریسپانس ٹیمیں پہنچ چکی ہیں اور اگر ضرورت پڑی تو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے لوگوں کو وہاں سے نکالنے کی تیاری بھی ہے، اتراکھنڈ کے وزیراعلیٰ پشکر سنگھ دھامی کہتے ہیں، ''ہماری پہلی ترجیح لوگوں کی زندگی بچانا ہے۔''

لیکن لوگ یہاں کن حالات میں رہ رہے ہیں یہ دیکھنا بہت دردناک ہے، یومیہ اجرت پر کام کرنے والے 52 سالہ درگا پرساد سکلانی کے تین کمروں والے گھر کی دیواروں اور فرش پر دراڑیں پڑنے کے بعد حکام نے ان کے 14 افراد پر مشتمل خاندان کو مقامی ہوٹل میں منتقل کر دیا ہے، لیکن دن کے وقت سکلانی اپنے زمین میں دھنستے ہوئے گھر واپس جاتے ہیں، جہاں وہ کھانا پکاتے ہیں اور صحن میں اپنے مویشیوں کو چارہ ڈالتے ہیں، ان کے گھر کا صحن دو فٹ سے زیادہ نیچے آ چکا ہے۔ مایوس ہو کر اُنھوں نے دیواروں کے ساتھ لکڑیاں لگا دی ہیں تاکہ اُنھیں گرنے سے روکا جا سکے۔ سکلانی کی اہلیہ کی حال ہی میں ایک مقامی کلینک میں سرجری ہوئی تھی، اور نہیں معلوم کہ وہ ہوٹل کے تنگ کمرے میں کیسے صحتیاب ہوں گی۔ اِسی خاندان کی ایک رکن نیہا سکلانی کہتی ہیں، ''ہم اپنے گھر کو آہستہ آہستہ دفن ہوتے دیکھ رہے ہیں کیونکہ ہر گزرتے دن کے ساتھ دراڑیں وسیع ہوتی جا رہی ہیں، یہ ایک خوفناک منظر ہے۔ اس صورتِ حال سے کسی کو حیران نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ جوشی مٹھ خود نازک ارضیاتی حالات میں وجود میں آیا تھا۔ یہ قصبہ جو ایک پہاڑی کی درمیانی ڈھلوان پر واقع ہے، تقریباً ایک صدی پہلے زلزلے کے نتیجے میں ہونے والی لینڈ سلائیڈنگ کے ملبے پر تعمیر کیا گیا تھا، اور یہ زلزلے کے شکار علاقے میں واقع ہے۔ یہاں کی زمین مختلف وجوہات کی بناء پر دھنسنا شروع کر سکتی ہے۔ ان میں زمین کی پرت کی حرکت (اس کی چٹان کا پتلا بیرونی خول) یا زلزلہ، یا پھر ایک بڑا سوراخ، زمین کی سطح کی تہہ کے گرنے کی وجہ سے زمین میں ایک دباؤ یا سوراخ اس وقت ہو سکتا ہے جب زیر زمین بہنے والا پانی سطح کے نیچے پتھروں کو ختم کرتا ہے، لیکن زمین انسانی سرگرمیوں کی وجہ سے بھی دھنس سکتی ہے جیسے زیر زمین موجود پانی کا زیادہ نکالنا اور آبی ذخائر کی نکاسی، جس کے بارے میں ماہرین ارضیات کا خیال ہے کہ انڈونیشیا کا دارالحکومت جکارتہ دنیا کے کسی بھی شہر کے مقابلے میں تیزی سے ڈوب رہا ہے، امریکی جیولوجیکل سروے کے مطابق دنیا بھر میں 80 فیصد سے زیادہ زمین دھنسنے کی وجہ زمینی پانی کا ضرورت سے زیادہ اخراج ہے۔ لگتا ہے کہ جوشی مٹھ کی پریشانیوں کی وجہ بھی انسانی سرگرمیاں ہیں، گزشتہ کئی دہائیوں میں کاشتکاری کے لیے زمین کے نیچے سے بہت سا پانی نکالا گیا ہے، جس سے ریت اور پتھر نازک ہو رہے ہیں، مٹی دھنسنے کے ساتھ یہ قصبہ آہستہ آہستہ ڈوب رہا ہے، یہ صورتحال کافی تشویشناک ہے۔

1976 کے اوائل میں ایک سرکاری رپورٹ میں خبردار کیا گیا تھا کہ جوشی مٹھ دھنس رہا ہے اور اس علاقے میں بھاری تعمیراتی کاموں پر پابندی کی سفارش کی گئی۔ اس رپورٹ میں نشاندہی کی گئی تھی کہ نکاسی آب کی مناسب سہولیات کا فقدان لینڈ سلائیڈنگ کا باعث بن رہا ہے اور جوشی مٹھ رہائش کے لیے موزوں نہیں ہے۔ لیکن اس انتباہ پر توجہ نہیں دی گئی، کئی دہائیوں کے دوران یہ جگہ لاکھوں زائرین اور سیاحوں کے لیے ایک مصروف گیٹ وے میں بن گیا، یاتری تقریباً 45 کلومیٹر دور ہندو مندر بدری ناتھ کے لیے جاتے ہوئے یہاں رکتے تھے۔ سیاح اس خطے میں ٹریک کرتے ہیں، چڑھائی کرتے ہیں اور سکیئنگ کرتے ہیں۔ یہاں بے شمار ہوٹل، قیام گاہیں اور کھانے پینے کی جگہیں ہیں۔ ماہرین ارضیات ایم پی ایس بشت اور پیوش روتیلا کے مطابق شہر کے اردگرد متعدد ہائیڈرو الیکٹرک پاور پروجیکٹ بھی بنائے جا رہے ہیں۔ علاقے سے رابطے کو بہتر بنانے اور انفراسٹرکچر کی تعمیر کے لیے سڑکیں بچھائی گئی ہیں اور سرنگیں کھودی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ تپوون وشنوگڈ ہائیڈرو پاور پروجیکٹ ایک بڑی تشویش کی وجہ ہے جس کی سرنگ ارضیاتی طور پر نازک علاقے جوشی مٹھ کے نیچے سے گزرتی ہے۔ ماہرین ارضیات نے نوٹ کیا کہ دسمبر 2009 میں پروجیکٹ کے لیے بورنگ آلات نے جوشی مٹھ میں ایک چٹان کی پانی والی تہہ کو پنکچر کر دیا تھا جس کے نتیجے میں روزانہ تقریباً سات کروڑ لیٹر زمینی پانی کا اخراج ہوتا رہا (جب تک اس کی مرمت نہیں کی گئی) جو کہ 30 لاکھ لوگوں کے لیے کافی ہے۔ ماہرین ارضیات کا کہنا ہے کہ 2021 میں ہائیڈرو پاور پراجیکٹ سے منسلک دو سرنگوں میں سے ایک اتراکھنڈ میں ایک بڑے سیلاب کے بعد بند ہو گئی تھی، جس میں 200 سے زیادہ لوگ ہلاک اور لاپتہ ہو گئے تھے۔ ماہرین ارضیات کا کہنا ہے کہ اپنی وادیوں، گھاٹیوں، پہاڑیوں اور دریاؤں والی پہاڑی ریاست اتراکھنڈ میں واقع جوشی مٹھ ایک 'نازک منظر' پیش کرتا ہے۔ ریاست میں قدرتی آفات کی ایک طویل تاریخ ہے۔ 1880 اور 1999 کے درمیان زلزلے اور لینڈ سلائیڈنگ کے صرف پانچ واقعات میں 1300 سے زیادہ لوگ اپنی جانیں گنوا بیٹھے۔ 2010 سے 2020 کے درمیان اس طرح کے شدید موسمی واقعات میں 1312 افراد ہلاک ہوئے اور تقریباً 400 دیہات کو رہائش کے لیے غیر محفوظ قرار دیا گیا ہے۔ آج جوشی مٹھ کے باشندے بے گھر ہیں۔ ان کے گھروں کو زمین نگلنے میں کتنا وقت لے گی؟ کوئی نہیں جانتا۔ سبسائیڈنس بہرحال ایک سست عمل ہو سکتا ہے۔ کوئی بھی نہیں جانتا کہ کتنی دہائیوں سے مٹی کتنے انچ یا فٹ ڈوب رہی ہے۔ اس بارے میں کوئی مطالعہ نہیں ہے کہ وقت کے ساتھ یہ قصبہ کتنا ڈوب سکتا ہے۔ اس سے بھی اہم بات یہ کہ کیا جوشی مٹھ کو بچایا جا سکتا ہے؟ ایک مقامی کارکن اتُل ستی نے ایک اعلیٰ سینئر اہلکار کے حوالے سے کہا کہ اگر ڈوبنے کا سلسلہ جاری رہا تو شہر میں رہنے والے 40 فیصد لوگوں کو وہاں سے نکالنا پڑے گا۔ اگر یہ سچ ہے تو باقی شہر کو بچانا بہت مشکل ہوگا۔ **(بی بی سی لندن)**

اسلام کا معاشی نظام

مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی

جب سے انسان نے اللہ کی اس زمین پر قدم رکھا ہے اس کے سامنے دو نقطۂ نظر رہے ہیں۔ ایک یہ کہ انسان کی زندگی ماں کی گود سے شروع ہوتی ہے اور زمین کی گود پر ختم ہو جاتی ہے......اسے آپ زندگی کا ''مادی تصور'' کہہ سکتے ہیں۔ دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ دنیا کی یہ زندگی ہی کل زندگی نہیں ہے بلکہ پوری زندگی کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے، اسے ہم زندگی کا ''مذہبی تصور'' کہہ سکتے ہیں۔

زندگی کے پہلے نقطۂ نظر......یعنی مادی تصور کے مطابق انسان ان ہی چیزوں کو اہمیت دے گا جن کی اسے اس مادی زندگی میں ضرورت ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ دنیاوی آسائش حاصل کر کے اپنی جسمانی، دماغی اور فکری قوتوں کو اُن چیزوں کے حاصل کرنے میں لگا دے گا جنہیں وہ اِس دنیا میں مرغوب، لذیذ اور ضروری سمجھتا ہے۔ اِن دنیاوی چیزوں میں اس کے لئے معاش کا مسئلہ سب سے اہم مسئلہ ہے، اس لئے اِس تصور کے تحت انسان اور انسانیت کے سارے مسئلوں کا محور پیٹ بن کر رہ جاتا ہے۔

اب انسانی زندگی کے دوسرے نقطۂ نظر......یعنی اخلاقی تصور کو لیجئے۔ اس تصور کے مطابق زندگی کے سارے مسائل میں انسان کا بنیادی مسئلہ یہ ٹھہرتا ہے کہ وہ اپنے نفس کو غلط خواہشات سے پاک وصاف کرے۔ نفس کا تزکیہ اور اس کی پاکیزگی اور اس کو اللہ کے احکام کے تابع بنانا اس اخلاقی تصور کے تحت انسان کا بنیادی مسئلہ ہے جس کو ہم ارتقاء انسانیت کہہ سکتے ہیں، ش جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے قد افلح من زَکّٰھَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا ''اس شخص نے فلاح پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا۔''

اس کے لئے اسلام نہ تو مادی ضروریات سے کنارہ کشی کی دعوت دیتا ہے، نہ مادے اور روح میں تفریق کا قائل ہے، نہ انھیں الگ الگ رکھ کر ان کی ترقی کی الگ الگ راہیں تجویز کرتا ہے، بلکہ وہ ایسی شاہراہ متعین کرتا ہے جس پر روح اور مادہ دونوں مل کر ساتھ سفر کر سکیں اور انسان کو اس کی منزل پر پہنچا سکے۔ جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ یہ نظامِ زندگی انسانیت کی صحیح تعمیر اور اس کی مکمل ترقی کی ضمانت دیتا ہے، اس نظام کا ایک ایک جزا اور ایک ایک حصہ اصل مقصد کا خادم ہے، نہ کہ خود مقصد ہوگا۔ معیشت بھی اس نظام کا ایک حصہ ہے، اس لئے وہ بھی اس مقصد کا ایک خادم اور اس مقصد کے تابع ہوگا۔ اسلام نے معاشی نظام کی تشکیل ایسے حکیمانہ انداز میں کی ہے کہ وہ انسان کے لیے تزکیۂ نفس کا ایک فطری ذریعہ اور انسانیت کی ترقی کا ایک ذریعہ اور زینہ بن جائے۔

اسلام میں دولت کا مقام: اسلام ایک دین ہے جس کے معنی ہیں نظام بندگی یا نظام اطاعت، جس کا نصب العین ہے کہ انسان کو خالقِ کائنات کی مرضیات کے مطابق زندگی بسر کرنے کا ڈھنگ بتائے اور اس کی بخشی ہوئی تمام قوتوں سے صحیح طور پر کام لے اور اس طرح دونوں جہاں کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی اپنی زندگی کو خوشگوار اور بامراد بنا سکے۔ چنانچہ اسلام مال و دولت کو زندگی کے قیام کا ذریعہ اور اللہ کا فضل قرار دیتا ہے اور اس کے کمانے کا حکم دیتا ہے اَمْوَالَکم التی جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ قیاماً ''تمہارے وہ مال جن کو اللہ نے تمہاری زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے''، وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ ''اور اللہ کا فضل تلاش کرو''۔

نوعِ انسانی کا مشترکہ ذخیرۂ رزق: اللہ تعالیٰ نے یہ ساری دولت پوری نوعِ انسانی کی زندگی کی ضروریات فراہم کرنے کے لیے پیدا کی ہے۔ زمین کی چھاتی پر اور اس کے پیٹ کے اندر جو کچھ بھی ہے اس لیے ہے کہ اللہ کی مخلوق کے لیے رزق کے سامان اور زندگی کی ضروریات فراہم ہوں۔ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْأَرْضِ جَمِیْعاً ''زمین میں جو کچھ ہے وہ تم سب کے لیے پیدا کیا ہے۔'' اور زمین ہی نہیں بلکہ فضاؤں میں بھی جو کچھ ہے وہ بھی تمام انسانوں کے لئے ہے۔ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِہ ''تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر کر دیا ہے اور چاند اور سورج کو اور ستارے اس کے حکم کے تابع ہیں''۔ گویا یہ پوری دنیا اور اس کے وسائل دنیا کے تمام انسانوں کا مشترک سرمایہ ہیں اور ہر فرد کا بنیادی حق ہے کہ اس میں حصہ پائے۔ ہر شخص یہ بنیادی حق کس طرح حاصل کرتا ہے، اسلام کا معاشی نظام اسی سوال کا جواب ہے۔ جس دولت کو اسلام نے اتنی اہمیت دی ہے اس کے حاصل کرنے اور اس کی تقسیم کا نظام بھی اس نے اس کے شایانِ شان بنایا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ تمام انسانوں میں کسبِ معاش کی صلاحیتیں ایک جیسی نہیں ہوتیں اور سب کے لیے حالات سازگار نہیں ہوتے۔ اس لیے کچھ لوگوں کو ضرورت کے مطابق بھی معاش حاصل نہیں ہوتی۔ ایک طبقہ وہ ہوتا ہے جو اپنی ضرورت کے مطابق ہی حاصل کر پاتا ہے۔ اور ایک طبقہ وہ ہوتا ہے جو اپنی ضرورتوں سے بڑھ کر حاصل کر لیتا ہے۔ ایک اچھا معاشی نظام وہ ہوتا ہے جو معیشت کے اس اختلاف کو اعتدال کے حدوں سے آگے بڑھنے نہ دے اور ایسی صورت پیدا نہ ہونے دے کہ دوسرا طبقہ محرومی کی حالت میں مبتلا رہے۔

اسلام کے معاشی نظام کی اصل بنیاد تو اخلاق ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ انسان فرشتہ نہیں ہے۔ اس کی نظروں میں ہمیشہ زندگی کی اعلیٰ قدریں نہیں رہتیں بلکہ وہ خود غرضی کی پستیوں میں بھی چلا جاتا ہے۔ اس لیے اسلام نے معاشرے کے حاجت مند افراد کی ضرورت کو پورا کرنا صرف مالداروں کے احساسِ ذمہ داری پر نہیں چھوڑا بلکہ ایسا جامع نظام پیش کیا جس میں قابلِ اطمینان حل موجود ہے۔ اسلام نے معاشی حقوق کا جو صابطہ بنایا ہے وہ درج ذیل دفعات پر مشتمل ہے:

۱- سب لوگوں کے لیے کسبِ معاش کی کھلی آزادی۔

۲- جو لوگ اپنی صلاحیتوں اور حالات کے سازگار ہونے کی وجہ سے زیادہ ذرائع حاصل کر لیں ان پر دو طرح کی ذمہ داریاں ہیں، ایک ذمہ داری یہ ہے کہ اہلِ ثروت کو اپنی آمدنی کا ایک حصہ لازماً اپنے غریب بھائیوں کو دینا پڑے گا۔ دوسرے یہ کہ دولت کمانے اور دولت خرچ کرنے کے ان طریقوں کی ممانعت جن کے ذریعہ دنیا میں دولت پرستی پیدا ہوتی ہے۔

۳- کوئی شخص یا ادارہ دولت سے دولت پیدا نہیں کر سکتا یعنی سود چاہے مہاجنی ہو یا تجارتی یا بینک کے ذریعے، اس میں اپنی دولت نہیں لگا سکتا۔ اسلام کی نظر میں سود انتہائی سنگین جرم ہے اور سود لینے والا ہی لعنت اور نفرت کے قابل نہیں، بلکہ سود دینے والا بھی اور سودی معاملات کی دستاویز لکھنے والا اور اس کے گواہ، سب اس لعنت میں شریک ہیں۔

۴- کوئی مشترک تجارتی ادارہ ایسا کاروبار نہیں کر سکتا جس میں ایک فریق کا نفع تو متعین ہو، مگر دوسرے کا محض اتفاق کے حوالے ہو۔

۵- ایسے لین دین ممنوع ہیں جن میں دھوکا ہو سکتا ہے، مثلاً جس چیز کا سودا ہو رہا ہے وہ سامنے موجود نہ ہو یا اس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ وہ چیز کیسی ہے۔

۶- جو چیزیں بیچنے والے کے اختیار میں نہ ہوں ان کو وہ محض اپنے موہوم اختیار کے ذریعے نہیں بیچ سکتا، مثلاً اڑنے والے پرندے، آپ کے زیر ملکیت تالاب کی مچھلیاں، زمین کے اندر پٹرول، کوئلہ، لوہا، تانبہ، سونا چاندی کوئی بھی معدنی چیز محض اس لیے کہ وہ زمین آپ کی مملوکہ ہے آپ بیچ نہیں سکتے اور نہ کوئی آپ سے خرید سکتا ہے۔

۷- ذخیرہ اندوزی منع ہے، چاہے تاجر کرے یا صنعت کار۔

۸- جوئے، سٹے، وعدے کے سودے اور ایسے کاروبار جن سے بلا محنت روپے سمیٹنے کی ذہنیت پرورش پاتی ہے۔

۹- محنت اور سرمایے کے باہمی تعلق کو اسلام ایک حد تک آزاد رکھتا ہے۔

اسلام کا معاشی نظام دراصل اسلام کے پورے نظام حیات کا ایک جزء ہے۔ اور اس جزء کے فائدے اس وقت تک پوری طرح محسوس نہیں کئے جاتے جب تک اس جزء کو اپنے کُل کے اندر اس کے موزوں مقام پر نہ رکھا جائے۔ اس لئے نظام معیشت کے ساتھ آپ کو اسلام کے نظام معاشرت، نظام سیاست، نظام اخلاق اور نظام روحانیت کو بھی پیش نظر رکھنا پڑے گا۔

بینک: بینک آج کے دور کی ایک اہم ضرورت ہے، بینک اتنا ہی نہیں کہ ہمارے سرمایے کی حفاظت کرتے ہیں، بلکہ اس کے علاوہ بھی وہ بہت اہم خدمات انجام دیتے ہیں۔ عام طور پر آج کل بینکوں کا نظام سُود کی بنیاد پر چلتا ہے۔ لیکن معاشیات کے سلسلے میں سُود کی بنیاد بہت کمزور ہے۔ اسلامی بینک کاری میں سود کا تصور نہیں ہے۔ اس لیے پیداوار کی قیمت کم ہوتی ہے اور سرمایہ زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ خوشحالی کا راز یہ ہے کہ سرمائے کی گردش کو تیز کیا جائے۔ سرمایہ رگوں میں دوڑتے ہوئے اس خون کی طرح ہے جو جسم کے ہر حصے کو طاقت دیتا ہے یا بہتے ہوئے اس پانی کی طرح ہے جو زمین کو سیراب کرتا ہے اور شادابی لاتا ہے۔

اس لئے اسلامی بینک کاری میں جو سرمایہ کاری کی جاتی ہے اس کے طریقے درج ذیل ہوتے ہیں:

۱- مضاربہ: اس میں دو فریق ہوتے ہیں، ایک جو سرمایہ فراہم کرتا ہے، دوسرا جو کاروبار کرتا ہے۔ اور جو منافع حاصل ہوتا ہے اس کو طے شدہ نسبت سے آپس میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ مضاربہ میں کوئی سُود دینا نہیں پڑتا اور نہ سرمائے کے خطرے کے اندیشے کی وجہ سے نفع کی شرح زیادہ رکھنی پڑتی ہے، اس لئے پیدا کردہ چیز کی قیمت سستی ہوتی ہے اور سستا ہونے کی وجہ سے وہ زیادہ فروخت ہوتی ہے۔ اس میں فروخت زیادہ اور نفع کم کا اصول ہوتا ہے، اس لئے زیادہ فروخت کی وجہ سے مجموعی طور پر نفع بڑھ جاتا ہے اور وہ متعین شرح کے مطابق تقسیم ہو جاتا ہے، جس سے سرمایہ دار کو اور کاروبار کرنے والے دونوں فریق کو فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ صرف سرمایہ دار فائدے میں رہے اور اسے نقصان کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ نفع نقصان کا رِسک دونوں فریقوں کو ہوتا ہے اس لئے دونوں مطمئن رہتے ہیں۔

۲- مرابحہ (Mark-up): شرعی طور پر مرابحہ جس چیز کا نام ہے وہ یہ ہے کہ بیچا جانے والا سامان تاجر کے پاس موجود ہو۔ شرعی طور پر مرابحہ ایک ہی مرحلے میں مکمل ہو جاتا ہے۔ مرابحے میں ادائیگی نقد بھی ہو سکتی ہے اور اُدھار بھی۔ اُدھار میں قیمت نقد کے مقابلے میں زیادہ بھی وصول کی جا سکتی ہے۔ شرعی طور پر مرابحہ میں دو فریق ہوتے ہیں ایک بیچنے والا، دوسرا خریدنے والا۔ عام طور پر بینکوں میں مرابحہ کے نام سے جو بیع ہوتی ہے یہ بیع الکالی بالکالی کے قبیل سے ہے۔

۳- مشارکہ (Partnership): سرمایہ کاری دوسری قسم مشارکہ ہے۔ اس قسم کے معاہدے میں دونوں فریق سرمایہ کاری کی کسی مد میں اپنا سرمایہ لگاتے ہیں اور طے شدہ شرح کے مطابق منافع کو آپس میں تقسیم کرتے ہیں اور نقصان کی صورت میں بقدر مال ذمہ دار ہوتے ہیں۔

۴- اجارہ (Leasing): اجارے میں اسلامی بینک اپنی ملکیت کی کوئی بھی چیز بحری جہاز یا مشینری وغیرہ کو کرایے پر دے دیتا ہے اور ایک متعین مدت تک اس سے سرمایہ وصول کرتا ہے۔

۵- حق خدمت (Service Charge): بینک اپنی خدمات کے عوض سروس چارج وصول کرتے ہیں مثلاً رقومات کا بھیجنا، تجارت کے سلسلے میں مشورے اور دوسرے بہت سے کام جو بینک انجام دیتے ہیں۔ اگر ان بینکوں میں اسلامی اصولوں کا لحاظ رکھا جائے تو یہ ہر لحاظ سے معاشرے کے لے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ بہت سے بینک شجر کاری اور فلاحی کام بھی انجام دیتے ہیں۔ یہ بھی بینکوں کی خدمات کا اہم گوشہ ہے۔ ہندوستان میں ابھی تک اسلامی بینک کاری کو قانونی اجازت نہیں حاصل ہو سکی، اس لئے پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ حکومت غیر سودی بنیاد پر اسلامی بینک قائم کرنے کی اجازت دے۔

جنسی بے راہ روی نے مغرب کو بری طرح جکڑ لیا

مولانا نور عالم خلیل امینی

کلیسا سے بغاوت کے بعد، مغرب نے اخلاق وکردار کی ساری پابندیوں سے اپنے آپ کو آزاد کرلیا، گویا اس نے یہ طے کرلیا کہ اس زمین پر رہنے کے لئے، اس کو آسمان والے سے کسی مشورے کی کوئی ضرورت نہیں: کیوں کہ اس کے مشورے سے اب تک اس کو سوائے پس ماندگی کے کچھ ہاتھ نہ آیا؛ چنانچہ اس نے آسمان والے کے سارے اصول وضوابط جن سے، انسان کے انسان رہنے اور آسمان والے کی نگاہ میں ''مطلوبہ انسان'' بن کر فرشتوں سے بھی اعلیٰ وارفع بن جانے کی راہ ہم وار ہوتی تھی، رد کردیے کہ ان پر عمل کرنے کا مطلب دوبارہ کلیسا کی غلامی قبول کرلینا اور اپنے کو پھر پابند سلاسل بنالینا ہے: اسی لئے اس نے ہم دردی، شرافت، اخلاقی قدروں، شرم وحیا، انسان نوازی، خوف خدا، فکر آخرت، ظلم وجارحیت بیزاری، ستر پوشی، مرد وزن کے فرق اور سارے اقدار حیات سے اپنے کو یکسر آزاد کرلیا اور ان میں سے کسی بھی قدر پابندی کو اس نے قدامت پسندی، تاریکی شعاری، گنوار پن اور دنیوی زندگی کی ہر ترقی کی راہ کا چٹان تصور کیا؛ کیوں کہ اس نے کلیسا سے بغاوت کے بعد، صرف دنیوی زندگی کی بہتری اور آسایش حیات کے حصول کو ہی مطمح نظر بنالیا اور ہمیشہ کے لئے اپنا رشتہ آخرت سے منقطع کرلیا، اس کے ہاں آخرت کا تصور صرف دل کو بہلانے کا ایک ذریعہ رہ گیا۔

مغرب نے اس کے بعد دو چیزوں کو اپنا معبود بنالیا: بے قید مادیت اور شہوت پرستی؛ چناں چہ مال وزر، وسائل حیات اور آسایش زندگی کے حصول اور شہوت کوشی ونفس پرستی اور جنسی لذت کی تسکین کے لئے اس نے سارے حدود وقیود کو اس طرح پھلانگا کہ بہمیت بھی اس کا منہ تکتی رہ گئی، حصولِ دنیا کے لئے جائز وناجائز کی کسی بندش پر اس کا ایمان نہیں رہا، سود، جوا، بے ایمانی، جھوٹ، فریب، دغا بازی، لوٹ، چوری اور ہر طرح کی شیطنت کو اچھے اچھے اور خوب سے خوب صورت نام دے کر انسانوں کی جیب کو خالی کرنے اور زیادہ سے زیادہ مال بٹورنے کی ایسی طرح ڈالی کہ تاریخ انسانی کی کوئی تہذیب اس سے کبھی آشنا تھی نہ اس کا ذہن اس کی طرف منتقل ہوا تھا۔

شہوت پرستی نے مغرب کو اس میں بری طرح جکڑ لیا کہ صرف یہی اس کا مقصد حیات رہ گیا، اس نے شہوت رانی کے دروازے کو چوپٹ کھولنے کے لئے، سب سے پہلے عورتوں کی آزادی کا ایسا نعرہ لگایا کہ دیکھتے دیکھتے وہ عالم گیر بن گیا، عورتوں کی بے طرح آزادی کے نام پر اس کو گھر کی محفوظ چہار دیواری سے نکال کر، دفتر، کارخانہ، بینک، شوروم، دکان، تجارتی مراکز، اسکول، کالج، اسٹیشن، بس اڈہ، ہوائی اڈہ، بازار، سڑک، کھیل گاہ، ماڈلنگ کے مراکز، فلم انڈسٹری، رہایش وخورش کے ہوٹل، قہوہ خانہ، دفاتر کی استقبال گاہوں اور نہ جانے کہاں کہاں پہنچا دیا گیا، کہا گیا مذہب بالخصوص اسلام نے عورتوں کو بے طرح غلام بنا دیا تھا، ان کی آزادی بالکلیہ سلب کرلی تھی، انہیں گھر کی چہار دیواری کے اندر قید کردیا تھا، رونقِ محفل بننے کے سارے دروازے ان پر بند کردیے تھے: اس لئے ان دروازوں کو چوپٹ کھول انہیں ہر جگہ پہنچنے کی راہ ہم وار کردی گئی، مردوں کے سارے کام کرنے کی انہیں نہ صرف اجازت دے دی گئی؛ بل کہ انہیں ان کا پابند بنا دیا گیا۔

تعلیم کے نام پر نہ صرف نابالغ بچے اور بچیوں کو مخلوط تعلیم کی دعوت دی گئی، بلکہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک ساتھ بیٹھ کر پڑھنے، پارکوں میں خلوت میں بیٹھنے، ہر جگہ بے محابا زن وشو کی طرح رہنے کی ترغب دی گئی، کسی مسلم لڑکی نے اگر نقاب، سر پوش یا برقع پر اصرار کیا تو اس کا تعلیم گاہ سے اخراج کردیا گیا، کہا گیا کہ یہ قدامت پسندی اور تاریکی ہے؛ کیوں کہ اس سے روشن خیالی، فکری تنویر، دماغی ترقی کاری اور ذہنی توسیع کا عمل متاثر ہوتا ہے، ویسے بھی پردہ پوشی مذہب پسندی کی علامت ہے اور مذہب نے ہی انسانی ترقی کی راہ روکی ہوئی تھی، جس کو بہ مشکل تمام خدا سے برسرِ پیکار اور اُس سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے تیار ہم فرزندانِ مغرب نے، تمام رکاوٹوں سے پاک کیا ہے؛ اس لیے ہم عورتوں کی پردہ پوشی کو کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ پھر یہ کہ عورتوں کی آزادی کا مطلب ہی دراصل یہ ہے کہ اُنھیں اُن سارے تکلفات سے آزاد کردیا جائے، جن سے اُن کو کسی بھی طرح کی پابندی محسوس ہوتی ہو۔ اُنھیں محض لباس پوشی کا پابند بنانا بھی اُن کی آزادی کو مخدوش کرتا ہے، وہ جس طرح برہنہ بدن پیدا ہوئی تھیں، انھیں اُسی طرح رہنا چاہیے، ہاں اگر وہ مزید اچھی لگنے لگے، اپنی کشش میں اضافہ کرنے اور مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے، اپنے جسموں پر جہاں جہاں مناسب سمجھیں، چند چیتھڑے ڈال لیا کریں، تو کوئی مضائقہ نہیں؛ کیوں کہ یہ ستر پوشی نہیں جو پابندی کے دائرے میں آتی ہو۔ پھر یہ کہ عورتوں کو گھر سے نکال باہر کرنے کا جو عمل اہلِ مغرب نے شروع کیا ہے، اُس کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ عورتیں برہنہ جسم، عشوہ سازی، دلبرانہ ادا، قاتلانہ ناز نخرے کے ذریعے ہر مرد کو اپنی طرف مائل کرسکیں؛ بل کہ ہر ایک کے لیے سہل الحصول اور حظ اُٹھانے کا ذریعہ ہوں۔ اگر عورتیں اب بھی بے پردہ نہ ہوسکیں، ہمارے تنویری عمل کی حصول یابیوں سے متاثر نہ ہوسکیں، مذہب بیزاری اور کلیسا کی گرفت سے ہماری آزادی کی کاوشوں کے نتائج سے فائدہ نہ اُٹھا سکیں اور جو پاپے کی جو زندگی ہم گھر کے اندر اور باہر ہمہ وقت گزارنا چاہتے ہیں، اُس میں ہمارے لیے معاون نہ ہوسکیں اور ہماری بہیمی خواہشات کی تسکین کا ہر جگہ اور ہر طرح بے روک ٹوک ذریعہ نہ بن سکیں، تو واقعہ یہ ہے کہ اہلِ مغرب ناکام ونامراد ہیں اور کلیسا ومذہب کے اقتدار کے خلاف ہمہ گیر وطاقت ور بغاوت سے ہمیں کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے پھر آسمان والے کی تقلید پر آمادہ ہوکر، دوبارہ اُس کے اقتدار اعلی کو تسلیم کرلیا ہے، حال آں کہ زمین پر رہنے اور فضا وتری میں فتنہ وفساد پھیلانے کے لیے ہمیں اُس کی بالا دستی سے آزاد ہونا ضروری تھا اور ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ ''زر'' اور ''زن'' کو ہم اپنا قبلۂ مقصود بنانے کے لیے کسی طرح کی قربانی دینے سے دریغ نہ کریں۔

مغرب نے عورتوں کو صرف جنسی تسکین کا ذریعہ گردانا اور شہوت پرستی وعیاشی ولذت کوشی کے ایسے ایسے طریقے ایجاد کیے کہ اُنھیں دیکھ کے شیطان نے بھی شرم سے اپنا منھ چھپالیا۔ اُس نے عورتوں سے بے محابا فائدہ اُٹھایا؛ بلکہ کُتے، بندر اور خنزیر وغیرہ کی طرح ہر جگہ اُس سے اپنی شہوت کی بھوک مٹانے کی کوشش کی؛ لیکن اُس کی بھوک میں اضافہ ہوتا گیا؛ بل کہ اُس کو اِس سلسلے میں استسقا جیسی بیماری لاحق ہوگئی، چناں چہ وہ شہرت کی شراب کے خُم کے خُم انڈیلے جارہا ہے اور جام پر جام چڑھائے جارہا ہے اور اُس کی شہوت میں ہمہ لحہ اضافہ ہوتا جاتا ہے؛ اسی لیے اُس نے اپنے مرض کے علاج کے لیے ہم جنسی کی طرح ڈالی: مرد کو مرد سے اور عورت کو عورت سے جنسی لذت حاصل کرنے کی دعوت دی، اس کے لیے تحریکیں برپا کیں، تنظیمیں بنائیں، حقوق کی جمعیتوں نے اس مسئلے کو قانونی شکل دینے کی کوششیں کیں، ہم جنس پرستوں نے بہت سے مغربی ملکوں میں پرزور اور پیہم احتجاج کے ذریعے وہاں ہم جنسی کی شادی کو قانونی حیثیت دلوانے میں کامیابی حاصل کرلی، جب کہ بہت سے ملکوں میں قانونی حیثیت دیا جانا زیرِ غور ہے۔ ہمارے قدامت پرست وروایت پسند ملک ہندوستان میں بھی ہم جنسوں نے بار بار اپنے حقوق کی مانگ کے لیے احتجاج درج کرایا ہے اور ہمارے متعدد قائدین وسیاست داں نے اُن کی ہم نوائی کا اشارہ دیا ہے۔ مغرب نے یہ نعرہ بھی دیا کہ ''خاندان'' کی تشکیل صرف مرد وعورت ہی سے نہیں؛ بل کہ دو مردوں اور دو عورتوں کی آپسی رشتہ سازی اور ازدواجی ناطہ بندی سے بھی ہوسکتی ہے۔ اُس نے اپنے اقوامِ متحدہ اور عالمی تنظیموں کے ذریعے ان خیالات ونظریات پر کاربندی کی دعوت دی، خود اس پر زور وشور سے عمل کیا اور اب وہ ساکنانِ جہاں کو قعر مذلت میں گر جانے اور اُس سے کسی طرح بھی نہ نکل پانے کی یقینی تدبیروں کے ذریعے اس دنیا کو جہنم کدہ بنانے پر تلا ہوا ہے۔

جنسی بے راہ روی اور ہم جنسی کی لذت کوشی کی وجہ سے ایڈس AIDC (Acquired immune defficiency syndrome) کے خطرناک مرض نے یورپ میں وبائی شکل اختیار کرلی ہے، یہ مرض جس کو بھی لاحق ہوجاتا ہے، اُس کا جاں بر ہونا ممکن نہیں ہوتا، اب تک سرتوڑ کوشش کے باوجود اس کی دوا نہیں کی جاسکی ہے۔ طبی تحقیقات کے سارے عالمی اداروں کا کسی اختلاف کے بغیر یہی ماننا ہے کہ یہ مرض جنسی بے راہ روی ہم جنسی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے جراثیم ایک انسان سے دوسرے میں سرعت کے ساتھ منتقل ہوجاتے ہیں؛ اس لیے یہ حد درجہ متعدی مرض ہے۔ اب یہ مرض مغرب سے نکل کر مشرق میں پھیل رہا ہے اور ہر جگہ لوگ اس سے سہمے ہوئے ہیں۔

چوں کہ یورپ کی کھوپڑی الٹی ہوچکی ہے اور شاید اللہ نے اُس کی بدقسمتی پر مہر لگا دی ہے؛ اس لیے وہ کسی مشکل کے حل کے لیے صحیح تدبیر تک راہ یاب نہیں ہو پاتا؛ بل کہ وہ بیماری کو شدید ترین بیماری، بدقسمتی کو بھیانک ترین بدقسمتی اور گناہ کو خطرناک ترین گناہ کے ذریعے مٹانے کے درپے ہوتا ہے؛ کیوں کہ جب دل ہی اندھا ہوجائے ، تو عقل وخرد کسی صحیح سمت میں محوسفر ہونے کی صلاحیت سے یکسر عاری ہوجاتی ہے۔ چناں چہ بہ جائے اس کے ہم جنسی اور جنسی انحراف سے منع کیا جاتا، اس سے باز رہنے کی ہر فرد کو تاکید کی جاتی، معاشرے کو ہم جنسی کی لعنت سے پاک کرنے کی تدبیریں سوچی جاتیں اور لذت کوشی وشہوت رانی کے غیر فطری رجحانات کا قلع قمع کرنے کے لیے حکمت عملی وضع کی جاتی؛ یورپ نے اس بھیانک بیماری سے بچاؤ کے لیے یہ تدبیر وضع کی کہ اسکول کالج اور تعلیم گاہوں میں نوعمری سے ہی بچے اور بچیوں کو جنسیات کی تعلیم دی جائے، انھیں عورتوں اور مردوں کے پوشیدہ اعضا کے نقشوں کے ذریعے اُن اعضا کے اعمال وحرکات کی جان کاری دی جائے اور بتایا جائے کہ ان میں سے کس عمل سے کب تک اور کتنا بچنا چاہیے؛ تاکہ ایڈس کے مرض سے بچا جائے۔ دانش ورانِ مغرب نے سوچا تھا کہ اس تدبیر سے اس بیماری کے سیلِ بے پناہ پر روک لگائی جاسکتی ہے، اِن احمقوں کو اتنی موٹی سی بات سمجھ میں نہ آسکی کہ اس سے تو وہ نوعمر بچے اور بچیاں بھی جنسی بے راہ روی کا قبل از وقت شکار ہوجائیں گے جنھیں جنسیات اور جنسی عمل کی ذرا بھی جان کاری نہ تھی اور نہ ہوسکنے کا تصور تھا۔ جو بچے اور بچیاں سادہ دل اور سادہ دماغ تھیں جنھیں جنسیات کی ابجد کا بھی پتا نہ تھا، وہ تعلیم گاہوں میں علم وہنر کے حصول سے پہلے جنسیات کی عملی تعلیم حاصل کرکے، قانونی شادی سے پہلے ماں بن گئیں اور لڑکے باپ بن گئے۔ غالبًا حکمائے مغرب یہی چاہتے تھے کہ سارے لڑکے اور لڑکیاں ماورائے ازدواجیت باپ ماں بن کر جنسی عمل کی خوب مشق کرلیا کریں؛ تاکہ ازدواجیت کی زندگی میں مشاق شوہر اور تجربہ کار بیوی ثابت ہوں اور چوں کہ ''مشق بے پناہ'' کی وجہ سے شہوت کی بھوک اپنی حد سے تجاوز کرچکی ہوگی؛ اس لیے غیر جنسی ازدواجیت کے ساتھ ساتھ ہم جنسی کی ازدواجیت کے عمل کے لیے زور وشور سے خواہش مند ہوں گے۔

عجب بات ہے کہ ہمارا مشرق بالخصوص ہندوستان جو مذہب وروایات پسندی کا گہوارہ رہا ہے، وہ بھی یورپ کی جنسیات کی تعلیم کی لعنت میں بھی گرفتار ہوگیا ہے۔ ہمارے سیاست داں اپنے ہاں اس لعنت کو برپا کرنے کے لیے بے تاب ہیں، کئی صوبے اس تعلیم کو عملی طور پر اسکولوں کے نصاب میں شامل کرنے کی تیاری کررہے ہیں۔ ماضی میں کرناٹک، مہاراشٹر، کیرالہ، مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ، اترپردیش، راجستھان اور گجرات نے اس پروگرام پر عمل کرنے سے انکار کردیا تھا کہ اس سے نوخیز ذہنوں پر بڑے اثرات مرتب ہوں گے؛ لیکن اب نئی تعلیمی پالیسی اور ذرائع ابلاغ نے یہ خبر دی ہے کہ مہاراشٹر، کرناٹک اور کیرالہ وراجستھان نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ لے لیا ہے۔

اگر اس پر مکمل ہوتا تو اس کے مضر اثرات یہاں بھی ایسے ہی پڑیں گے جو یورپ میں پڑ رہے، انہیں بنیادوں پر اسلامی اسکالر صالح اسلامی معاشرہ کی تعمیر وتشکیل پر دلا رہے ہیں اور ساتھ ہی مغرب کے خاندانی نظام کے بکھراؤ سے خود کو محفوظ رہنے کی تلقین کررہے ہیں، زور دے رہے ہیں اور توجہ بھی۔

میڈیا کی اخلاقی ذمہ داری

ڈاکٹر مفتی تنظیم عالم قاسمی

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ذرائع ابلاغ کی بڑی اہمیت ہے۔ایک جگہ کی بات دوسری جگہ تک پہنچانے اوراس سے واقف کرانے کے لئے ان کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ میڈیا کا ہی احسان ہے کہ ایک چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں کوئی واقعہ پیش آتا ہے تواس کی خبر پوری دنیا میں پھیل جاتی ہےاور مختصر وقت میں دور دراز علاقے میں ہونے والی بات کی جانکاری حاصل ہوتی ہےاور پڑھنے یا سننے والے اس کا مثبت یا منفی اثر قبول کرتے ہیں۔ بالخصوص موجودہ دور میڈیائی دور ہے، پرنٹ اورالکٹرانک میڈیا نے پوری دنیا پر اپنا قبضہ جمالیا ہےاوراب وہ جس طرح چاہتا ہے، ماحول تیار کرتا ہے ، جو چاہتا ہے لوگوں کے دل ودماغ میں بٹھا دیتا ہے۔آج کے لوگوں کا اس پر اتنا یقین ہے کہ اس سے حاصل ہونے والی خبر یا کسی بات کو حرف آخر سمجھتے ہیں اور کسی تحقیق کے بغیر اس پر عمل شروع کر دیتے ہیں اوراگر ایک ہی بات بار بار دہرائی جائے تو وہ پتھر کی لکیر بن جاتی ہے، پھراس کے خلاف کوئی بات سننا گوارہ نہیں کرتے۔

ایسے وقت میڈیا کی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی طاقت کا استعمال حق اور سچائی کے فروغ میں استعمال کرے، اس سے وابستہ افراد اپنی زبان وقلم کو سوچ سمجھ کر استعمال کریں اور یہ اچھی طرح جان لیں کہ ان کی ہر بات اللہ تعالیٰ کے یہاں ریکارڈ کی جارہی ہے جس کا حساب انہیں دینا ہے ، وہ جس بات کو سچ اور حق سمجھتے ہیں امانت داری کے ساتھ اگر پہنچارہے ہیں تو ٹھیک ہےاوراگر اس میں کمی زیادتی کردیں اور چند کوڑیوں کے حصول کے لئے صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح کر کے پیش کریں تواس کا خمیازہ انہیں بھگتنا ہوگا۔ نہ صرف آخرت بلکہ دنیا میں بھی خود وہ اپنی زندگی میں اس کے برے نتائج محسوس کریں گےاوراس کے برے اثرات سے ان کی نسلیں بھی متاثر ہوں گی۔اس لئے ایک صحافی کو حقیقت پسند اور وسیع النظر ہونا چاہئے، عصبیت سے ہمیشہ گریز کرنا چاہئے ،اگر کوئی بات صحیح ہے تو اسے آگے بڑھانے میں بخل سے ہرگز کام نہ لے، ہوسکتا ہے کہ وہ بات اس کے مسلک ومذہب اور نظریہ کے خلاف ہو، وہ اس کو پسند نہیں کرتا لیکن وہی حقیقت ہے تو اسے چاہیے کہ اپنی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے اس کو فروغ دے اوراسے دوسروں تک پہنچائے۔اسی طرح میڈیا میں کام کرنے والوں کی بڑی ذمہ داری ہے کہ امن وسلامتی کے فروغ کے لئے ہر ممکن جدوجہد کریں۔جن باتوں سے ملک اور قوم کا بھلا ہوتا ہو، جن سے اچھا اور صالح معاشرے کی تشکیل ہوتی ہو، عوام کو نیک کام کی ترغیب ملتی ہو، جن کا تعلق اخلاقیات وآداب زندگی سے ہےان کو خاص طور پر اپنی صحافت کا مشن بنائیں، ان کو اہمیت دیں اور اپنی سرخیوں کا انہیں حصہ بنائیں۔اس سے ملک وملت کو اچھا پیغام ملے گا ، خیر اور نیکیوں کا ماحول سازگار ہوگا ، خوف ودہشت کے بجائے امید کی کرن طلوع ہوگی اور آپ کو لاکھوں انسانوں کی دعائیں ملیں گی۔اس کے لئے جرأت مندی اور بلند عزم وحوصلہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے، خدمت خلق کا جذبہ پیدا کئے بغیر صحافت کے باوقار پیشے کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا، صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح کرنے سے چند پیسے تو آپ کما سکتے ہیں لیکن اپنے کردار کو روشن اور پاکیزہ نہیں بنا سکتے۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج کے ذرائع ابلاغ اور صحافت پر گندگی کا دبیز پردہ پڑا ہوا ہے۔عصبیت ، بددیانتی ، دروغ گوئی، اسلام دشمنی اور نہ جانے کیسی کیسی ذہنیت اس کے پیچھے کام کررہی ہے جس کے سبب میڈیا پر سے لوگوں کا اعتماد اٹھتا جارہا ہے اور شک کی نظر سے لوگ اسے دیکھنے لگے ہیں۔مہذب لوگوں کی نظروں میں اب یہ ایک پراگندہ اور جھوٹ کا پٹارہ بنا ہوا ہے، یہ اسی کا گاتا ہے جو اسے پیسے دیتا ہےاوراس کی دنیا کو آباد کرتا ہے۔شاید یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام جیسے پاکیزہ اور پرامن مذہب کو دنیا کی نظروں میں ایک دہشت پسند اور مسلمانوں کو دہشت گر ثابت کرنے کی کوشش جاری ہےاوراس طرح صحافت نے خود اپنے روشن چہرے کو داغ دار کرلیا ہے،ہمیں یقین ہے کہ سچائی کبھی ختم نہیں ہوگی، ایک نہ ایک دن حقیقت لوگوں کے سامنے آکر رہے گی جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی نبوت کا اعلان فرمایا اور رسالت کے مشن پر چل پڑے تو آپ ؐ ہی کے چچا ابولہب نے اس مشن کی مخالفت کی اوراس روشن چراغ کو بجھانے کے لئے آخری دم تک جدوجہد کرتا رہا لیکن ایک وقت آیا کہ سچائی غالب ہوئی اور حق فتح یاب ہوا۔آج کا میڈیا بھی بولہبی میڈیا کی ترقی یافتہ شکل ہے، جس نے حق اور سچائی کے خلاف زہر اگلنے کو اپنا مقصد اور مشن بنالیا ہے، اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، نازیبا اور بے سروپا باتوں کو خوب اچھالتا اور عام کرتا ہے۔

مجھے شکایت ان ذرائع ابلاغ سے نہیں ہے جو باطل طاقتوں کے قبضے میں ہیں، ان کے قیام کا مقصد ہی اسلام دشمنی ہے البتہ ان اخبارات اور چینلوں سے مجھے شکوہ ہے جو مسلمانوں کے ہیں یا مسلمان وہاں اپنے اختیارات چلا سکتے ہیں وہاں سے بھی ایسی ہی باتیں نشر کی جاتی ہیں جن سے راست یا بالواسطہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہے۔مسلمانوں کے دوگروپ کے درمیان اگر کہیں تصادم ہوجائے یا مساجد اور مدارس میں نازیبا کوئی واقعہ پیش آجائے، کسی مسلمان عورت کی آبروریزی ہو یا اس طرح کے دیگر واقعات رونما ہوں ان کی خبروں کو نمایاں شائع کیا جاتا ہےاورانہیں بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔اسی طرح ایسے مضامین اور تحریریں خوب شائع کی جاتی ہیں جو اختلافی ہوتی ہیں اور جن سے مسلمانوں کی کسی جماعت کے مسلک اور عقیدے پر تنقید ہوتی ہوتا کہ اس جماعت سے وابستہ افراد کو تکلیف پہنچے اور نفرت کا ماحول قائم ہوسکے۔ یہ لوگ ایسے مضامین اور خبریں شائع کرتے ہوئے بھول جاتے ہیں کہ ان کے کس قدر منفی اثرات مرتب ہوں گے اور دشمنان اسلام کے مشن کو انجانے میں کس قدر تقویت پہنچ رہی ہے، اسی طرح اخبارات اور الکٹرانک میڈیا میں عورتوں اور لڑکیوں کی عریاں اور نیم عریاں تصویریں شائع کی جاتی ہیں اور نمائش کے نام پر حوا کی بیٹیوں کا خوب مذاق اڑایا جاتا ہے، اس میدان میں بھی ہمارے اخبارات کسی سے کم نہیں ہیں۔اپنی صحافت کو معیاری اور سیکولر بنانے کے لئے وہ بے حیائیوں اور برائیوں کو خوب فروغ دیتے ہیں اوراس کے ذمہ داران کو اس کا احساس نہیں ہوتا کہ اس کے آڑ میں کس قدر اخلاقی انارکی پھیل رہی ہے اور سماج کو کتنی تاریکی میں دھکیلا جارہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صاف طور پر ارشاد فرمایا: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُوا عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَاب (المائدۃ۔۲) ’’جو کام نیکی اور خداترسی کے ہیں ان میں تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔اللہ سے ڈرو اس کی سزا بہت سخت ہے‘‘۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس عمل سے بھی بے حیائی اور گناہ کے کام کو فروغ ملتا ہو اس کو شائع نہ کیا جائے، اس سے وہ عام ہوگا اور ایک طرح سے اس کی اشاعت میں مدد ملے گی ، ہاں جن کاموں کا تعلق نیکی ، بھلائی ، خدمت خلق اور اخلاقیات کی پاکیزگی سے ہے انہیں پھیلانے میں تعاون کیجئے ، ان کو آگے بڑھائیے ، اس میں بے پناہ اجر وثواب حاصل ہوگا اوراگر اس کے برعکس منافرت اور عصیان وسرکشی میں آپ نے تعاون کیا اور اپنے کسی عمل سے اس میں ساتھ دیا تو یاد رہے کہ دنیا میں اگرچہ کوئی آپ کے ہاتھ کو پکڑنے والا نہیں ہے لیکن رب قہار کی گرفت سے نہیں بچ سکتے ،آج نہیں تو کل ضرور اس کے خوف ناک نتائج کا سامنا کرنا ہوگا۔

اُردو کے مخلص دوست گیانی ذیل سنگھ

عارف عزیز (بھوپال)

ہندوستان کے سابق صدر جمہوریہ گیانی ذیل سنگھ اقلیتی سکھ فرقہ کے پہلے اور آخری نمائندے تھے، جس نے قصر صدارت کو رونق بخشی ، بنیادی طور پر وہ ایک کسان تھے جو ترقی کر کے ملک کے سب سے بڑے عہدہ پر فائز ہوئے اور سب سے بڑھ کر اُن کی خوبی یہ تھی کہ وہ اردو کے ایک سچے دوست تھے۔اردو شاعری کا بڑا اچھا ذوق رکھتے تھے، موقع کے لحاظ سے کوئی پھڑکتا ہوا شعر سنا کر اکثر داد وتحسین لوٹ لیا کرتے تھے، جب وہ صدر جمہوریہ نہیں تھے تب اردو زبان کے حق میں آواز اٹھایا کرتے تھے۔مرکزی وزیر داخلہ کی حیثیت سے انہوں نے بہار کی طرح پورے ملک کی دوسری سرکاری زبان اردو کو بنانے کی وکالت کی اور یہ کہہ کر بھی اردو نوازی کا مظاہرہ کیا کہ ’’گرونانک جی کا کلام ٹھیک سے سمجھنے کے لئے اچھی اردو جاننا ضروری ہے؛ کیونکہ اِس میں اردو وفارسی کے الفاظ زیادہ ہیں۔‘‘ صدر جمہوریہ بننے کے بعد بھی گیانی جی کے قول وفعل میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ پہلے کی طرح جوش وخروش اور محبت ولگن کے ساتھ اردو کی تائید کرتے رہے، ’غالب ایوارڈ‘ کی تقسیم کے موقع پر انہوں نے جو تقریر کی تھی اُس میں اُن کے دلی جذبات کا عکس نمایاں تھا، بحیثیت صدر جمہوریہ گیانی جی نے یہ اعلان کر کے سب کو دنگ کر دیا تھا کہ ’اُردو کو کوئی نہیں مٹا سکتا، اس کو مٹانے والے خود مٹ جائیں گے۔‘ ملک کے سربراہ کی زبان سے اردو کے لئے ڈنکے کی چوٹ پہ اعلان معمولی بات نہیں تھی۔

اِسی طرح انہوں نے ہندی اردو ادب ایوارڈ کمیٹی کی جانب سے دیئے گئے انعامات کے سلسلہ میں لکھنؤ میں اپنی تقریر کے دوران اردو کو اتر پردیش کی دوسری سرکاری زبان بنانے کی وکالت کر کے اُس وقت کے وزیر اعلیٰ نرائن دت تیواری کو کافی شش وپنج میں مبتلا کر دیا تھا، انہوں نے ازراہِ مذاق مشورہ دیا کہ وزیر اعلیٰ کی کوٹھی پر جا کر اُردو والے دھرنا دیں اور اُس وقت تک وہاں سے نہ ہٹیں جب تک کہ اردو کو سرکاری زبان بنانے کی مانگ پوری نہ ہوجائے (مگر یہ نہ کہا جائے کہ راشٹر پتی جی نے ایسا کہا ہے) اردو کے لئے جو گیانی جی کی مادری زبان تھی اور جس کے رسم الخط کو وہ نہایت آسانی سے پڑھ اور سمجھ لیتے تھے، اس سے بڑھ کر ایک صدر جمہوریہ اور کیا کہہ سکتا ہے؛ کیونکہ وہ ایک دستوری سربراہ تھے۔اپنی طرف سے کوئی بات منوانے کے لئے جبر کرنا اُن کے دائرہ کار سے باہر تھا۔گیانی جی سے پہلے صدر جمہوریہ کے عہدہ پر فائز ہونے والے ڈاکٹر راجیندر پرساد، ڈاکٹر ذاکر حسین اور فخر الدین علی احمد کی بھی مادری زبان اردو تھی؛ لیکن اپنی زبان کے حق میں کوئی عملی قدم اٹھانے سے یہ صدور بھی معذور رہے۔

حالانکہ ڈاکٹر ذاکر حسین جب شیخ الجامعہ تھے تو اتر پردیش سے ریل کی ایک بوگی بھر کے دستخطوں کے پلندے لے کر راشٹر پتی بھون پہنچے اور اُس وقت کے صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجیندر پرساد کے سامنے اُن کا ڈھیر لگا دیا تھا، یہ بیس پچیس لاکھ دستخط دہائی دے رہے تھے کہ اردو ہماری زبان ہے۔ بچوں کو اِس کی تعلیم سے محروم کر کے ہماری زبان کا گلا گھوٹا جارہا ہے، جس کے ساتھ انصاف کرنے کی ہم گزارش کرتے ہیں۔ بابو راجیندر پرساد نے جو خود اردو وفارسی داں تھے، کاغذات کے اِس انبار کو اٹھوا کر راشٹر پتی بھون کے کسی تاریک گوشے میں رکھوا دیا، جن کے بعد اُن کو کبھی روشنی دیکھنا نصیب نہیں ہوا، بعد میں قسمت نے ایسا پلٹا کھایا کہ ذاکر حسین خود صدر بن کر راشٹر پتی بھون پہنچ گئے؛ لیکن اردو کے لئے کوئی عملی قدم نہیں اٹھا سکے، اِسی طرح فخر الدین علی احمد صدر جمہوریہ بنے تو اپنی زبان کے لئے کچھ کر گزرنے کا جذبہ اُن کے دل میں پیدا ہوا، لکھنؤ میں اردو اکادمیوں کی کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے وزیر اعلیٰ اور اسمبلی اسپیکر سے سوال کیا تھا کہ ’آپ جواب دیں، آئین کی کس دفعہ کی رُو سے اتر پردیش اسمبلی پر اُردو کے دروازے بند کر دئے گئے ہیں۔‘ دونوں کے مرجھائے ہوئے چہرے نظر انداز کر کے صدر نے سرکاری عملہ کو للکارا تھا، ’کان کھول کر سن لو! حکومت کی پالیسی اردو کو ترقی دینے کی ہے کیونکہ اردو ملک کی ایک دستوری زبان ہے، جس کے خلاف زیادتی کا سخت احتساب ہوگا۔‘ لیکن موت کے بے رحم ہاتھوں نے انہیں اردو کے لئے مزید کچھ کرنے کی مہلت نہیں دی۔

گیانی ذیل سنگھ بھی اردو کے پرستار تھے، اردو شعر وشاعری کا ذوق رکھتے تھے، لیکن اردو کا دم بھرنے والا یہ صدر بھی اردو کے تحفظ وترقی کے لئے کوئی عملی قدم نہیں اٹھا سکا، اگر وہ صرف یہ کر دیتے تو بڑا کام ہوتا کہ اردو کی تعلیم کا انتظام پرائمری درجات سے کالج کی سطح تک ہوجائے ، اردو کے لئے ٹیچر اور کتابیں مہیا ہوجائیں، تاہم گیانی جی کا دم غنیمت تھا، انہوں نے پریس سنسر بل روک کر، دربارہ صاحب میں فوجی کارروائی پر صبر وتحمل کا مظاہرہ کر کے اور صدر و وزیر اعظم کے رشتوں پر بے لاگ گفتگو کر کے اپنے وقار میں اضافہ کر لیا تھا لیکن کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ جس زبان کو وہ زندگی بھر بولتے ، لکھتے اور پڑھتے رہے اس کے حق میں مؤثر قدم نہ اٹھا سکے۔

افریقہ: فراموش کردہ بحرانوں کا براعظم

امدادی تنظیم کیئر نے ساتویں مرتبہ دنیا کے ایسے دس بڑے بحرانوں کی فہرست شائع کی ہے، جنہیں میڈیا نے نظر انداز کر دیا۔ ایسا پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ یہ سارے بحران افریقہ میں ہیں۔ انگولا، ملاوی اور وسطی افریقی جمہوریہ 2022 میں فراموش کیے گئے انسانی بحرانوں میں سرفہرست ہیں۔ امدادی تنظیم کیئر کی طرف سے 'بریکنگ دی سائیلنس' کے عنوان سے مرتب کردہ اس فہرست میں زیمبیا، چاڈ، برونڈی، زمبابوے، مالی، کیمرون اور نائجر شامل ہیں۔ ان افریقی ممالک کے عوام بھوک، خانہ جنگی اور غربت کا شکار ہیں جبکہ بچوں میں اموات کی شرح بھی زیادہ ہے لیکن دنیا کو اس کی 'خبر تک' نہیں ملتی۔ اس حقیقت کو چند اعداد وشمار سے مزید واضح کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر بیجنگ اولمپکس کے آغاز کے بارے میں آن لائن میڈیا پر تقریباً دو لاکھ پچاسی ہزار مضامین شائع ہوئے۔ اسی طرح اداکار جونی ڈیپ اور اداکارہ امبر ہرڈ کے درمیان قانونی جنگ کے تناظر میں تقریباً دو لاکھ سترہ ہزار مضامین لکھے گئے۔ اسی دوران انگولا کی چالیس سالہ تاریخ میں خشک سالی کا بدترین بحران پیدا ہوا اور اس کے بارے میں صرف اٹھارہ سو آرٹیکل شائع ہوئے۔ اس ملک میں تقریباً چالیس لاکھ افراد بھوک اور پانچ سال سے کم عمر کے ایک لاکھ سے زائد بچے غذائیت کی کمی کا شکار ہیں۔

یوکرین اب اس فہرست میں شامل نہیں: 2021 میں امدادی تنظیم کیئر نے فراموش کردہ انسانی بحرانوں کی فہرست میں یوکرین کو دوسرے نمبر پر رکھا تھا۔ مشرقی یوکرین میں تنازعے کا آغاز 2014 میں ہوا تھا لیکن یہ بین الاقوامی سطح پر کوئی خاص توجہ حاصل نہیں کر سکا تھا۔ یہ صورتحال فروری 2022 میں روسی حملے کے ساتھ ہی یکدم تبدیل ہو گئی۔ کیئر جرمنی کے سیکرٹری جنرل کارل اوٹو زینٹل کے مطابق اب یوکرین تنازعے سے متعلق بیس لاکھ سے زائد آن لائن مضامین لکھے جا چکے ہیں۔ اب یہ دنیا میں سب سے زیادہ میڈیا کوریج والا بحران بن چکا ہے۔

بحران بڑھتے اور طویل ہوتے ہوئے: کیئر آسٹریا کی مینیجنگ ڈائریکٹر آندریا بارشڈ ورف ہاگر کے مطابق گزشتہ سال دنیا بھر میں انسانی امداد کی ضرورت ریکارڈ حد تک بڑھی ہے۔ دنیا بھر میں 339 ملین افراد روزمرہ کی ایسی اشیاء سے محروم ہیں، جو زندہ رہنے کے لیے ضروری ہیں۔ وہ کہتی ہیں، ''ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ بحران طویل ہوتے جا رہے ہیں۔'' جن ممالک کو میڈیا پر نظر انداز کیا جا رہا ہے، ان میں وسطی افریقی جمہوریہ تیسرے نمبر پر آتا ہے۔ اس ملک کے تقریباً تیس لاکھ افراد کو انسانی امداد کی ضرورت ہے لیکن گزشتہ چھ برسوں سے اس حوالے سے شائع ہونے والی رپورٹوں میں کمی ہوتی جا رہی ہے، رواں برس چھٹے نمبر پر موجود ملک برونڈی بھی اس سالانہ فہرست میں اوپر نیچے لیکن مسلسل موجود رہتا ہے، اسے دنیا کے غریب ترین ممالک میں شمار کیا جاتا ہے اور اس ملک میں پانچ سال سے کم عمر کے بچوں میں سے نصف سے زائد غذائیت کی کمی کا شکار ہیں۔

بحرانوں کا کوئی مقابلہ نہیں ہے: 2016 سے امدادی تنظیم کیئر اُن بحران زدہ خطوں کے بارے میں رپورٹ شائع کر رہی ہے، جن کی میڈیا میں نمائندگی کم ہے۔ اس رپورٹ کی تیاری کے لیے یکم جنوری 2022 سے لے کر دس اکتوبر تک تقریباً اٹھاون لاکھ آن لائن مضامین کا جائزہ لیا گیا۔ یہ مضامین عربی، انگریزی، فرانسیسی اور ہسپانوی زبان میں شائع ہوئے تھے اور دنیا کے سینتالیس بحرانوں کے بارے میں لکھے گئے تھے۔ آندریا بارشڈ ورف ہاگر کہتی ہیں کہ یہ رپورٹ شائع کرنے کا مقصد ''بحرانوں کے مابین مقابلہ'' نہیں ہے بلکہ یہ ظاہر کرنا ہے کہ جس بحران سے متعلق میڈیا کوریج زیادہ ہوتی ہے، اس بحران کے لیے عطیات دینے کی آمادگی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ **(ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)**

(بقیہ: دینی مسائل)

اسلاف میں سے بعض کا قول ہے کہ سایہ دار (ذی جسم) تصویر سے منع کیا جائے گا اور ان تصویروں میں کوئی حرج نہیں جو بے سایہ ہیں، لیکن یہ مذہب باطل ہے، اس لئے کہ جس پردہ کی تصویر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکیر فرمائی ہے، بے شک وشبہ وہ تصویر مذموم تھی، حالاں کہ اس تصویر کا کوئی سایہ نہ تھا، دوسری احادیث اس پر مستزاد ہیں، جو ہر تصویر کے متعلق مطلق ہے: ''قال اصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لانه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور فى الاحاديث، وسواء صنعه بما يمتهن او بغيره فصنعته حرام بكل حال لان فيه مضاهاة لخلق الله تعالىٰ وسواء ماكان فى ثوب او بساط او درهم أو دينار او فلس او اناء او حائط او غيرها واما تصوير صورة الشجر ورحال الابل وغير ذالک مما ليس فيه صورة حيوان فليس بحرام هذا حكم نفس التصوير... ولافرق فى هذا كله بين ماله ظل ومالاظل له، هذا تلخيص مذهبنا فى المسئلة وبمعناه قال جماهير العلماء من الصحابة والتابعين ومن بعدهم وهو مذهب الثورى ومالک وابى حنيفة وغيرهم وقال بعض السلف انما ينهى عما كان له ظل ولاباس بالصور التى ليس لها ظل وهذا مذهب باطل فان الستر الذى انكر النبى صلى الله عليه وسلم الصورة فيه لايشک احد انه مذموم وليس لصورته ظل مع باقى الاحاديث المطلقة فى كل صورة'' (حاشية النووى على المسلم: ۲/۱۹۹)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کا قول عمدۃ القاری شرح بخاری میں اسی طرح کا ہے (عمدۃ القاری: ۲۲/۷۰)

احادیث مبارکہ اور عبارات فقہاء سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جاندار کی تصویر ہاتھوں سے ہو یا سانچوں اور مشینوں سے کاغذ پر ہو یا کیمرے کے ڈیسک میں محفوظ ہو جس طرح بھی تصویر کھینچی جائے حرام ہے اور اختلاف آلات سے اس کی حرمت پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، جیسا کہ شراب حرام ہے، خواہ دیسی مٹکوں میں بنائی جائے یا جدید آلات ومشینوں کے ذریعہ اگر اس میں نشہ ہے تو بہر صورت حرام ہے۔ نیز اس کو عکس کہہ کر جائز قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے، کیوں کہ عکس تو اصل کے تابع ہوتا ہے، جبکہ ڈیجیٹل تصویریں اصل کی موت کے بعد بھی باقی رہتی ہیں، کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آئینہ کے سامنے سے جیسے ہی ذی عکس ہٹتا ہے، عکس بھی فوراً ختم ہو جاتا ہے، ایک لمحہ کے لئے بھی عکس بغیر ذی عکس کے باقی نہیں رہتا، آئینہ میں اپنا عکس دوبارہ دیکھنے کے لئے دوبارہ آئینہ کے سامنے آنا پڑتا ہے، جبکہ ڈیجیٹل نظام کے ذریعہ برقی ذرات کی شکل میں جو عکس محفوظ ہوتا ہے، وہ مستقل ہو جاتا ہے، صاحب عکس کے تابع نہیں رہتا، جب چاہیں اس کو بلا ذی عکس کے اسکرین پر دیکھ سکتے ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے چند اہم عصری مسائل، ص: ۳۴۵)

لہذا جان دار کی تصویر خواہ جس طریقہ سے بھی ہو بلا ضرورت کھینچنا، کھنچانا، دکانوں اور گھروں میں لٹکانا شرعاً ناجائز وحرام، اس سے احتراز لازم وضروری ہے، اس کو عکس قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معاملہ نمبر ۵۵/۵۳۷/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ بالا ساتھ، سیتامڑھی)

مسرت خاتون بنت محمد عابد مرحوم، مقام گرری، وارڈ نمبر ۹، ڈاکخانہ گرری، وایا جالے، ضلع دربھنگہ۔۔۔ فریق اول

بنام

محمد احسان ولد مطیبل مرحوم، مقام کنچن پور، وارڈ نمبر ۵، ڈاکخانہ بازید پور، وایا باج پٹی، ضلع سیتامڑھی۔۔۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ جامعہ اسلامیہ قاسمیہ بالا ساتھ، سیتامڑھی میں سات سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دار القضاء کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱/فروری ۲۰۲۳ء مطابق ۹/رجب المرجب ۱۴۴۴ھ روز بدھ بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۵۲/۱۷۹۱/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ گواپوکھر، ضلع مدھوبنی)

سلمیٰ خاتون بنت محمد یٰسین، مقام مرٹھ، ڈاکخانہ نرہی، ضلع مدھوبنی (بہار)۔۔۔ فریق اول

بنام

محمد دلشیر ولد اسماعیل، مقام ترتی پار، ڈاکخانہ ترتی پار، ضلع بلیا (یوپی)۔۔۔۔۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ مدرسہ فلاح المسلمین گواپوکھر، بھوارہ، ضلع مدھوبنی میں غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دار القضاء کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۵/فروری ۲۰۲۳ء روز اتوار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۲/۷۷/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ آڑھا، جموئی)

درخشاں پروین بنت محمد بلند اختر، مقام آڑھا، ڈاکخانہ آڑھا، ضلع جموئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فریق اول

بنام

محمد ظفر اسلم ندوی ولد محمد شبیر احمد، مقام بنولیا، بہار شریف، ڈاکخانہ بہار شریف، ضلع نالندہ۔۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ آڑھا، ضلع جموئی میں عرصہ سات سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دار القضاء کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۷/رجب المرجب ۱۴۴۴ھ مطابق ۹/فروری ۲۰۲۳ء پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۱۷/۲۵۰۹۳/۱۴۴۴ھ

فرحین ناز بنت محمد شہزاد عالم، مقام دھرہرا، ڈاکخانہ آرہ، ضلع بھوجپور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فریق اول

بنام

نور عالم ولد محمد نعیم، مقام دھرہرا، ڈاکخانہ آرہ، ضلع بھوجپور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ (فریق دوم) کے خلاف مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں عرصہ پانچ ماہ سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ وحقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنا پر فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دار القضاء کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۴/رجب المرجب ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۶/فروری ۲۰۲۳ء روز جمعرات کو آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

حنا کوثر اتراکھنڈ میں جج بنیں

قصبہ گنگوہ ضلع سہارن پور کے سلیم کوثر علیگ کی دختر حنا کوثر نے اتراکھنڈ میں جج بن کر جہاں اپنی زندگی کا ایک نیا مقام حاصل کیا ہے وہیں اپنے علاقے و والدین کا نام بھی روشن کیا ہے۔اس دوران نومنتخب جج حنا کوثر نے اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ آج جس مقام پر پہنچی ہیں اس میں ان کی دن رات کی محنت، جدو جہد اور مقصدیت کو حاصل کرنے کے جنون کے ساتھ ان کے والدین کی دعائیں دلچسپی اور بڑوں کی خصوصی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔انہوں نے لڑکیوں اوران کے والدین کے نام ایک پیغام میں کہا کہ دور حاضر میں لڑکیاں دینی تعلیم کے ساتھ اعلیٰ تعلیم اور مقابلہ جاتی امتحانات میں اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے والدین، اساتذہ اور ملک کا نام رون کررہی ہیں۔اس لئے ایسے موقع پران کی پوری وسعت قلبی کے ساتھ حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔حنا کوثر نے کہا کہ اگر ہماری نسل نو اعلیٰ اور معیاری زندگی کا ایک مقصد طے کرکے علم حاصل کریں گے تو جہالت اور تاریکی ختم ہونے کے ساتھ علم کی روشنی پھیلے گی اور دوسرے بھی اس سے فیضیاب ہوں گے اور اس زیور سے آراستہ ہوکر سماج میں ایک نئی بیداری پیدا ہوگی۔(پریس رپورٹ)

دہلی فساد: عدالت نے 9 مسلم ملزمین کو کیا بری

دہلی فساد معاملے کی سماعت کرنے والے کرکاڈومہ سیشن عدالت کے جج پولاستیہ پرمچالا نے ناکافی ثبوت وشواہد اور ناقص تفتیش کی بناء پر 9 مسلم نوجوانوں کو مقدمہ سے بری کردیا۔جن ملزمین کو مقدمہ سے بری کیا گیا سیشن عدالت کے جج نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ گواہ استغاثہ پولیس کانسٹبل کی گواہی پر یقین نہیں کیا جاسکتا جس نے دوران گواہی کہا تھا کہ اس نے ملزمین کو مشتعل ہجوم میں دیکھا تھا جو دکانوں اور گاڑیوں کو جلا رہے تھے۔عدالت نے اپنے فیصلہ میں مزید کہا کہ اہم گواہ استغاثہ کی جانب سے کوئی صفائی نہیں پیش کی گئی کہ اس نے اتنی اہم معلومات اپنے سینئر افسران کو فراہم کرنے میں دیری کیوں کی۔عدالت نے مزید کہا کہ ملزمین کی مبینہ غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کی اطلاع ہیڈ کانسٹبل نے کہیں پر بھی تحریری طور پر مہینوں تک درج نہیں کی تھی بلکہ ایک طویل عرصہ گذر جانے کے بعد اس کا اندراج کیا گیا جو بذات خود مشکوک ہوجاتا ہے۔ہیڈ کانسٹبل (گواہ نمبر 9) نے دوران گواہی کہا کہ اس نے زبانی طور پر اس کے اعلیٰ افسران کو حادثہ کے بارے میں ہفتہ پندرہ دن بعد مطلع کیا تھا، سینئر افسران کو تاخیر سے معلومات دینے کی وجہ بیان نہیں کی گئی اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ سینئر افسران کو تاخیر سے معلومات ملی تھی اس کے باوجود سینئر افسران نے اس کا باقاعدہ اندراج نہیں کیا۔عدالت نے کانسٹبل کی گواہی کو خارج کرتے ہوئے ملزمین کو مقدمہ سے بری کردیا۔(ایجنسی)

انڈیگو ملازمین سے مار پیٹ اور بدسلوکی معاملے میں 2 گرفتار

ہوائی اڈہ پولیس کے مطابق دہلی سے پٹنہ آرہی انڈیگو کی فلائٹ میں دو مسافروں نے شراب کے نشے میں ہنگامہ کیا تھا۔ملازمین کے منع کرنے پر وہ لوگ خاموش نہیں ہورہے تھے، پٹنہ ایئرپورٹ پر فلائٹ کے آنے کے بعد انڈیگو کے ملازمین نے دونوں مسافروں کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کردیا تھا۔ادھر مسافروں کا کہنا تھا کہ دونوں مسافروں کے ساتھ ان کا ایک دیگر ساتھی بھی تھا، شراب کے نشے میں ان لوگوں نے ایئر ہوسٹیج کے ساتھ بدسلوکی کی۔ جب پائلٹ منع کرنے گیا تو اس کے ساتھ مار پیٹ کی گئی۔ان لوگوں نے فلائٹ میں کافی ہنگامہ کیا تھا۔ ہوائی اڈہ پولیس کے مطابق انڈیگو کے سیکوریٹی منیجر نیرج کمار کے بیان پر معاملہ درج کیا گیا تھا۔انہوں نے مار پیٹ اور بدسلوکی کی بات نہیں کی تھی، نیرج کے بیان پر حاجی پور باشندہ مسافر روہت کمار اور نتیش کو پولیس نے ہوائی اڈے سے اپنے قبضے میں کرلیا تھا۔(ایجنسی)

ہندوستان دنیا کی قیمتی فرموں کی فہرست میں 5ویں نمبر پر آگیا

ہندوستان کی 20 سب سے قیمتی کمپنیوں کے ساتھ، ان ممالک میں پانچویں پوزیشن پر آگیا ہے جو دنیا کی سب سے ٹاپ 500 فرموں کا گھر ہے۔پچھلے سال، یہ آٹھ کمپنیوں کے ساتھ نویں نمبر پر تھا۔2022 ہورون گلوبل 500 فہرست کے مطابق، امریکہ چارٹ میں سرفہرست ہے۔اس سال فہرست میں شامل 20 ہندوستانی کمپنیوں میں سے 11 ممبئی، چار احمد آباد اور ایک ایک نوئیڈا، نئی دہلی، بنگلورو اور کولکتہ میں واقع ہیں۔ہورون ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے جاری کردہ فہرست دنیا کی 500 سب سے قیمتی غیر ریاستی کنٹرول کمپنیوں کی ایک تالیف ہے۔کمپنیوں کی درجہ بندی ان کی مارکیٹ کیپٹلائزیشن (لسٹڈ کمپنیوں کے لیے) اور غیر لسٹڈ کمپنیوں کی قیمتوں کے مطابق کی گئی۔202 بلین ڈالر کی قیمت کے ساتھ، ریلائنس انڈسٹریز ہندوستانی کمپنیوں کے چارٹ میں سرفہرست ہے، جبکہ یہ دنیا میں 34ویں نمبر پر ہے۔اس کے بعد ٹاٹا کنسلٹنسی سروسز (139 بلین ڈالر) اور ایچ ڈی ایف سی بینک (97 بلین ڈالر) ہیں۔اس فہرست میں چار کمپنیوں کا داخلہ بھی دیکھا گیا۔ارب پتی گوتم اڈانی کی قیادت میں، جن کی کل قیمت 173$ بلین ہے۔مالیاتی خدمات نے لسٹ میں رہنمائی کی، جس میں سات کمپنیاں اس فہرست میں شامل ہیں، اس کے بعد سافٹ ویئر اور خدمات اور توانائی کے ساتھ تین کمپنیاں ہیں۔شہر کے لحاظ سے، نیویارک چارٹ میں سرفہرست ہے۔(ایجنسی)

بارات میں خرافات ہونے پر نکاح پڑھانے سے قاضی کا انکار

بارات میں ڈی جے، ناچ گانا اور آتش بازی سمیت کسی بھی طرح کے خرافات ہونے پر قاضی نے نکاح پڑھانے سے انکار کردیا ہے۔دھنباد میں 55 مسلم تنظیموں نے نکاح اور بارات کے موقع پر ڈی جے، آتش بازی اور ناچ گانا پر سختی سے پابندی عائد کرنے کا اعلان کردیا ہے۔شہر کے واسع پور میں ہوئی مسلم تنظیموں کی مشترکہ میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اگر کسی نکاح کے دوران اسی طرح کے خرافات ہوئے تو کوئی بھی قاضی نکاح نہیں پڑھائیں گے۔پورے دھنباد ضلع میں مسلمانوں کے درمیان یہ فیصلہ فوری اثر سے نافذ ہوگا۔(ایجنسی)

طب وصحت

چنے کھائیے-صحت بنائیے

نسرین شاہین

کثیر المقاصد غذا کہا جاتا ہے۔ چنے ایشیا اور یورپ میں آٹھ سے دس ہزار سال سے جانے جاتے ہیں اوران دونوں براعظموں میں اتنے طویل عرصے سے اس کی کاشت ہورہی ہے۔

ماہرینِ آثار قدیمہ کا دعویٰ ہے کہ اسے سب سے پہلے ممکنہ طور پر بحیرہ روم، فارس، افغانستان اور اس سے ملحقہ علاقوں میں کاشت کیا گیا تھا۔ تاریخ سے یہ عندیہ ملتا ہے کہ برصغیر بھی اس کے آغاز کا مقام ہوسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ پاکستان اور ہندوستان میں اسے بہت زیادہ مختلف طریقوں سے کھایا جاتا ہے۔پوریوں کے ساتھ یہ بہت مزے دار لگتے ہیں، جب کہ پٹھورے (ایک قسم کی پوری) کے ساتھ حقیقی لذت فراہم کرتے ہیں۔ملتانی چھولے، امرتسری چھولے اور چکڑ چھولے حقیقی پنجابی لذت کے حامل ہوتے ہیں۔چنا چاٹ، چنے کی دال کا حلوا اور بیسن کے پکوڑے تو سب کے پسندیدہ ہیں۔ چنے ایک پھلی ہیں اور جب پھلیوں کو چھلکے سے باہر نکال لیا جاتا ہے تو انھیں پکانا اور ہضم کرنا آسان ہوتا ہے۔ہندوستان کے لوگ چنوں کو نت نئے انداز سے پکانے میں شہرت رکھتے ہیں۔چنے کو تین طرح سے کھایا جاتا ہے، یعنی بھون کر، اُبال کر اور پکا کر۔کئی علاقوں میں چنے کو رات بھر پانی میں بھگو کر کچا ہی کھایا جاتا ہے۔چنے کے پودے کا کچا پھل اوراس کی نرم ونازک شاخیں سبزی کے طور پر پکائی جاتی ہیں۔جب اس کا پھل پکنے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے پودے کاٹ کر پھل سمیت آگ میں بھون کر بھی کھائے جاتے ہیں۔چنا جور گرم گلی کوچوں میں ریڑھیوں پر فروخت ہوتے ہیں۔چنے کا شمار ان اہم دالوں میں بھی کیا جاتا ہے، جو برصغیر ہندو پاک میں زیادہ کھائی جاتی ہیں۔چنا سالم اور دال دونوں صورتوں میں کھایا جاتا ہے۔انھیں چکی یا مشین میں ڈالنے سے پہلے پانی چھڑک کر رکھ دیا جاتا ہے۔ایسا کرنے سے ان کا چھلکا قدرے نرم ہوجاتا ہے۔جب یہ خشک ہوجاتے ہیں تو مشین میں ڈال کر اور پیس کر دال یا بیسن بنالیا جاتا ہے۔اس کے بیسن سے کئی قسم کے پکوان حلوے، مٹھائیاں اور پکوڑے بنائے جاتے ہیں، جنہیں بچے اور بڑے سب ہی شوق سے کھاتے ہیں۔سفید چنے صحت کے اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل مانے جاتے ہیں۔یہ لحمیات (پروٹینز)، ریشے (فائبر)، کیلشیم اور فولاد سے بھرپور، ذائقے میں بہترین اور جسمانی قوت اور توانائی کا ذریعہ ہیں۔چنے میں بے شمار طبی خوبیاں پائی جاتی ہیں، جنہیں جان کر آپ اپنی روزمرہ کی غذاؤں میں انھیں ضرور شامل کرنا پسند کریں گے۔اگر آپ بھنے ہوئے سفید چنوں کے ساتھ کشمش ملا کر اس کو باقاعدگی سے کھائیں تو آپ کو ڈاکٹر کے پاس جانے کی شاید ضرورت نہ پڑے۔غذائی اعتبار سے 100 گرام خشک چنوں میں صحت بخش اجزاء مثلاً لحمیات 171 فیصد، معدنیات 30 فیصد اور پانی 98 فیصد ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ فاسفورس 312 ملی گرام، حیاتین ج (وٹامن سی) 3 ملی گرام، کیلشیم، 202ء ملی گرام، فولاد 12ء ملی گرام کے علاوہ قلیل مقدار میں حیاتین ب مرکب (وٹامن بی کمپلیکس) شامل ہوتی ہے، جب کہ ریشہ 39 فیصد، چکنائی 53 فیصد اور نشاستے 209ء فیصد ہوتے ہیں۔ چنے کے پودے کے پتوں کا تازہ رس فولاد کا خزانہ ہوتا ہے، اسی لئے خون کی کمی یا خون کے سرخ ذرات (ریڈ سیلز) کی کمی کی صورت میں یہ رس پینا بہت مفید رہتا ہے۔

بھنے ہوئے سفید چنوں میں نہایت کم حرارے (کیلوریز) پائے جاتے ہیں۔تب ہی ان کا انتخاب وزن کم کرنے کے لئے خاص طور پر کیا جاتا ہے۔کولیسٹرول کم کرنے کے لئے اگر بھنے ہوئے سفید چنوں کو باقاعدگی سے کھائیں تو کولیسٹرول کے مسئلے کو آپ آسانی سے حل کرسکتے ہیں۔ اس میں موجود غذائی اجزاء فطری انداز میں کولیسٹرول کو قابو میں کرلیتے ہیں۔ذیابیطس کے مرض میں بھنے ہوئے چنے مفید ہیں۔ان میں گلیسیمک انڈکس کم ہوتا ہے۔ چنے کھانے سے خون میں شکر کی مقدار میں توازن رہتا ہے اور توانائی میں بھی کمی نہیں آتی۔

طبی ماہرین کے مطابق تیزی سے وزن کم کرنے کے لئے بھنے ہوئے سفید چنوں کا کھانا نہایت مفید ہے۔یہ ایک ایسی غذا ہے، جس میں حرارے کم اور ریشہ ولحمیات کی کثیر مقدار پائی جاتی ہے، جس سے جسمانی کمزوری جاتی رہتی ہے۔ بھنے ہوئے چنوں کا کھانا نہ صرف وزن میں کمی کا سبب بنتا ہے، بلکہ جسم کو صحت منداور توانا رکھنے میں بھی مدد کرتا ہے۔ان سے جسم کو فولاد بھی ملتا ہے۔شام کے وقت مٹھی بھر بھنے ہوئے چنے کھانے سے جسمانی قوت بڑھتی ہے، کولیسٹرول اور وزن میں بھی بغیر کسی نقصان کے نمایاں کمی واقع ہوتی ہے۔اس طرح کھانے والے کو اپنی صحت میں جادوئی اثر محسوس ہوتا ہے۔اگر خواتین بھنے ہوئے چنے کھائیں تو اپنی روزمرہ کی تکالیف سے نجات حاصل کرسکتی ہیں اور جسمانی قوت میں بھی اضافہ کرسکتی ہیں۔خواتین کے پوشیدہ امراض سے نجات، وزن میں کمی اوران کی قوت مدافعت میں اضافے کے لئے بھنے ہوئے چنوں کا کھانا مفید ثابت ہوتا ہے۔ بھنے ہوئے چنوں کا کھانا نہ صرف بڑوں، بلکہ بچوں کے لئے بھی بہت فائدہ مند ہے۔ یہ بچوں کی جسمانی قوت بڑھاتے اور انھیں بیماریوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔بچوں کو بھنے ہوئے چنوں میں کشمش اور مصری وغیرہ ملا کر بھی کھلا سکتے ہیں۔اس طرح بچے چنوں کو شوق سے کھا لیتے ہیں۔کھانسی کی صورت میں بھنے ہوئے چنے کھانے سے فائدہ ہوتا ہے۔کھانسی کے خاتمے کے لئے بھنے ہوئے چنے دو کھانے کے چمچے، مصری ایک چمچہ اور کالی اور سفید مرچ آدھا آدھا چمچہ لے کر پیس کر رکھ لیں۔صبح ناشتے اور رات کے کھانے سے دو گھنٹے پہلے کھالیں۔کھانسی کا خاتمہ ہوجائے گا۔سردیوں کے دنوں میں نزلے زکام کے مریضوں کے لئے بھنے ہوئے چنے اکسیر ہیں، کیونکہ خشک ہونے کی وجہ سے یہ نم دار اور فاسد مادوں کو اپنے اندر جذب کرلیتے ہیں۔اس کے علاوہ چنوں کا جوشاندہ بھی مفید ہے۔نزلے زکام کو دور کرنے کے لئے بھنے ہوئے چنے ضرور کھائیں۔ بھنے ہوئے چنوں میں ریشے کی مقدار زیادہ ہوتی ہے، لہٰذا قبض کو ختم کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

Volume:63/73,Issue:03 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

To

زاہد نگاہ کم سے کسی رند کو نہ دیکھ
نہ جانے اس کریم کو تو ہے کہ وہ پسند (امیر مینائی)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

رشوت خوری کی عقلی خرابیاں

مفتی ابراہیم بن آدم گھٹامنی

رشوت کی مہلک ترین وبا اس قدر تیزی سے پھیلتی جارہی ہے کہ ہماری نیا کے منجدھار سے چھوٹ کے غرق آب ہونے کے آثار واضح نظر آرہے ہیں، اس وبا میں خاکروب سے آفیسران بالا، دکان دار، غرض ہر طبقہ بری طرح پھنسا جارہا ہے، رشوت کے لئے اب نئے نئے نام ایجاد ہوئے ہیں، اوراس کی نئی نئی تاویلیں کی جارہی ہیں، چائے پانی کا خرچہ، تحفہ، بخشش، نذرانہ، محنتانہ، امداد اور نہ جانے کن کن ناموں سے اب اس کو جائز قرار دینے کی کوششیں ہورہی ہیں اوراس کی آڑ میں نہ جانے کتنے حقداروں کا حق چھینا جارہا ہے اور کتنے دست درازوں کو ناحق مراعات ملتی ہے، نہ جانے کتنے ہی زیردست اور بے سہارا لوگ اس چکی میں پسے جارہے ہیں اور کتنوں کی روزی چھن جاتی ہے اوراس سارے معاملے کی وجہ بنیادی طور پر روز جزاء پر ایمان کی کوتاہی اور سرمایہ پرستی کی دوڑ دھوپ ہے، حالانکہ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر رشوت دینے اور رشوت لینے والے پر لعنت بھیجی ہے، اوراسی صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا برحق اور سچا قول ہے کہ رشوت دینے اور رشوت لینے والے کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا، مگر سرمایہ پرستی کی اندھا بنانے والی عینک میں کس کو کیا نظر آتا ہے اور کون اپنے دائمی ٹھکانے کی پروا کرنے کی سوچتا ہے۔

رشوت کی عقلی خرابیاں: اس میں ایک اور خرابی ہے وہ یہ کہ آج کل اس دنیائے فانی میں بڑی چیز جاہ (عزت) ہے حتیٰ کہ مال بھی اتنا عزیز نہیں ہے، دیکھئے مال کو جاہ کے واسطے خرچ کردیتے ہیں، اور جتنی فضول خرچیاں کرتے ہیں اکثر اسی کے واسطے کرتے ہیں، سب خرچوں کی کوئی حد بھی ہے، مگر جاہ کے لئے خرچ کرنے کی کوئی حد نہیں، غرض کہ مال کا زیادہ حصہ تفاخر اور ناموری کے لئے خرچ ہوتا ہے، تو جاہ اتنی بڑی چیز ہے کہ اس کے سامنے مال کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی، اور وہ اس رشوت میں بری طرح برباد ہوجاتی ہے، سو عقلی اعتبار سے رشوت میں اتنی بڑی نحوست ہے، چنانچہ رشوت لینے والا آدمی رشوت دینے والے آدمی کی نظر سے بالکل ہی گرجاتا ہے، وہ اس شخص کو ایسا سمجھنے لگتا ہے جیسے پلہ دار، کہ اب ہمارا سارا بوجھ یہ اٹھائے گا پھر اس شخص کی کیا وقعت ہوئی، بعض لوگ ایسے بدنیت اور لالچی ہوتے ہیں کہ آٹھ آنے تک بھی نہیں چھوڑتے، الغرض رشوت ایسی ذلیل چیز ہے کہ اس سے آدمی نظروں سے گرجاتا ہے یہ تو عقلی نحوست ہے اس سے بڑھ کر یہ کہ رشوت قومی ہمدردی کے بھی خلاف ہے، اگر شریعت کے حکم کو بھی دیکھا جائے تو خود عقل بھی اس کو ناجائز بتلاتی ہے اور یہ بالکل غلط بات ہے کہ لوگ خوشی سے رشوت دیتے ہیں، جو لوگ رشوت دیتے ہیں تو نقصان پہنچنے کے خیال سے دیتے ہیں، خوشی سے کوئی رشوت نہیں دیتا، جو دیتا ہے مجبور ہوکر دیتا ہے اس لئے یہ ہمدردی کے بھی خلاف ہے۔

رشوت خوری اور اس کی دلالی کرنا بھی جرم عظیم ھے: ولا تشتروا بعهد الله ثمناً قليلا (سورہ نحل) یعنی اللہ کے عہد کو تھوڑی سی قیمت پر نہ توڑو۔ یہاں تھوڑی سی قیمت سے مراد دنیا اوراس کے منافع ہیں جیسے رشوت، چاہے وہ مقدار میں کتنی ہی زیادہ ہو آخر ختم ہوجائے گی مگر اس کا گناہ اللہ کے پاس برقرار ہوگا اور جس نے آخرت کے بدلہ میں دنیا لے لی اس نے انتہائی خسارے کا سودا کیا کہ ہمیشہ رہنے والی اعلیٰ ترین نعمت اور دولت کو بہت جلد فنا ہونے والی گھٹیا قسم کی چیز کے عوض بیچ ڈالنا کوئی سمجھ بوجھ والا انسان گوارا نہیں کرسکتا۔ (معارف القرآن) تفسیر انوار القرآن میں آیت بالا کی تشریح کچھ اس طرح ہے یعنی اللہ کے عہدے کے عوض تھوڑی قیمت سے مراد ہے کہ عہد توڑ کر دنیا کا منافع (مال و دولت) حاصل کرنا، جس کی ممانعت ہے، خواہ وہ منافع مال کا ہو یا جاہ کی صورت ہو یعنی انفرادی یا اجتماعی طور پر جو عہد کئے گئے ہیں یا جن میں حلف اٹھایا جاتا ہے یا اللہ کا نام لیا جاتا ہے پھر ان کو دنیا کے مال یا منصب کے لئے توڑ دیا جاتا ہے ان لوگوں کے لئے اس میں تنبیہ ہے، کیونکہ دنیا جتنی بھی ہو وہ آخرت کے مقابلہ میں قلیل یعنی تھوڑی سی ہے۔ اور دنیا آخرت کے مقابلہ میں ہے بھی تھوڑی اور ملتی بھی ہے تھوڑے سے وقت کے لئے، اس لئے اس کو ثمن قلیل یعنی تھوڑی قیمت بتلایا گیا ہے، ان الفاظ کے عموم میں ہر طرح کی رشوت لینے کی ممانعت آجاتی ہے یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ رشوت میں صرف مال ہی کا لین دین ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **لعن الله الراشي و المرتشي** یعنی اللہ کی لعنت ہے رشوت دینے اور لینے اور انکے درمیان واسطہ بننے والے پر، جو لوگ حکومت کی طرف سے کسی محکمہ میں ملازم ہیں اور قانون کے مطابق اپنا کام کرنے کے پابند ہیں اور وہ اس کام کی تنخواہ بھی لیتے ہیں، یہ لوگ رشوت میں جو مال لیتے ہیں، اگرچہ ہدیہ، تحفہ ہی اس کا نام رکھ لیا جائے اس کا دینا بھی حرام اور لینا بھی حرام ہے، یہی رشوت ہے اور لعنت ہے، رشوت لینے والے ملازم کی تنخواہ بھی حرام ہے کیونکہ اس نے وہ کام جس کی تنخواہ دی جاتی ہے رشوت کے بغیر نہ کیا، نیز رشوت لے کر جب اس نے کام کیا تو اصول وقواعد کے خلاف کام کیا، کیونکہ مقررہ ذمہ داری اگر اصول وقواعد کے مطابق پوری کرتا تو رشوت کوئی نہ دیتا، ملازمین کو جس کام کے لئے دفتر میں رکھا گیا ہے وہ کام رشوت کے بغیر کرتے نہیں اور رشوت لے کر اصول وقواعد کے خلاف کرتے ہیں، اس لئے اب ان کی سب کمائی، تنخواہ بھی اور رشوت بھی سب حرام ہے۔ سرسری آگے بڑھنے سے پہلے ذرا غور کریں، یہ فتوے میں وہ تفاسیر ”معارف القرآن“ اور ”انوار القرآن“ سامنے رکھ کر نقل کررہا ہوں اور دونوں مفسرین مایہ ناز مفتی اعظم ہیں، جن کے فتوے کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا، علماء حضرات بھی اپنے ان رہنماؤں کے فتوے پر غور کریں، ملاحظہ فرمائیں، معارف القرآن 5/ص 382، انوار القرآن 5/ص 274 فرماتے ہیں کہ جس کام کا کرنا کسی کے ذمہ واجب ہو، وہ اس کے ذمہ اللہ کا ایک عہد ہے، اس کے پورا کرنے پر کسی سے معاوضہ لینا اور بغیر معاوضہ لئے اس کو ٹالنا اللہ کا عہد توڑنا ہے، اس طرح جس کام کا نہ کرنا کسی کے ذمہ لازم ہے، وہ کام معاوضہ لے کر کردینا بھی اللہ کا عہد توڑنا ہے اور اسی کو امانت میں خیانت اور بددیانتی اور نفاق کی علامت کہا جاسکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ رشوت کی مروجہ قسمیں سب کی سب حرام ہیں، جیسے کوئی سرکاری ملازم کسی کام کی تنخواہ اپنے محکمہ سے پاتا ہے تو اس نے اپنے رب سے عہد کرلیا ہے کہ یہ تنخواہ لے کر خدمت پوری کروں گا اور اب وہ کام کرنے پر کسی سے معاوضہ مانگے اور بغیر معاوضہ اس کو ٹالے تو یہ اللہ کے عہد کو توڑ رہا ہے، اسی طرح جس کام کے کرنے کا اس کو اختیار نہیں، اس کو رشوت لے کر دینا بھی اللہ سے عہد شکنی ہے اور خیانت ہے اور بے جا مداخلت اور منافقت ہے، الحاصل جس کام کا کرنا اس کے ذمہ لازم ہو، اس کے چھوڑنے پر معاوضہ لینا اور جس کام کا چھوڑنا اس کے ذمہ لازم ہو، وہ رشوت لے کر کرنا امانت میں خیانت ہے جو کہ جرم عظیم ہے۔ کچھ اپنا محاسبہ کیجئے:

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

اے رشوت خورو! غفلت کی چادر کو اتارو اور توبہ کرو... کہ اگر تو حرام رزق کھاتا رہا تو تیری کوئی عبادت اور اگر تو حرام کو حلال سمجھتا رہا تو تیری مسلمانی بھی اللہ قبول نہ کرے گا، اس لئے تمام مسلمانوں سے میری گزارش ہے کہ وہ دیکھیں کہ انکے بچے کس طرح کی کمائی کرکے لاتے ہیں اور گھر والوں کو کھلاتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ آپ کا فرزند حرام کمائی کرکے لائے، آپ کھا کر عبادت کریں اور وہ قبول نہ ہوں، حرام کھانے والوں کے اعمال کو اللہ قبول نہیں کرتا، مسلمانو! صرف حلال رزق اللہ سے مانگو یعنی رشوت اور سود کا ذریعہ اختیار نہ کرو، اگلی آیت میں ارشاد ہے ”**ماعندكم ينفدو ما عند الله باق**“ یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے (دنیاوی منافع) وہ سب ختم ہوجائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے (آخرت کا عذاب وثواب) وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ دنیا کی راحت وکلفت، دوستی، دشمنی سب فنا ہونے والی چیزیں ہیں اور ان کے ثمرات ونتائج جو اللہ کے پاس ہیں وہ باقی رہنے والے ہیں، یعنی قیامت میں ان پر عذاب یا ثواب ہوگا وہ سب باقی رہنے والے ہیں، اب فنا ہونے والے حالات ومعاملات میں لگا رہنا اور اپنی زندگی اوراس کی توانائی کو اسی فکر میں لگا کر دائمی عذاب وثواب سے غفلت برتنا کسی ذی عقل کا کام نہیں ہوسکتا، یہ بڑے خسارے کا سودا ہے۔

ذرا ٹھنڈے دل سے رشوت کے نتائج پر غور کیجئے: رشوت لینے اور دینے والوں کو ٹھنڈے دل سے ذرا سوچنا چاہئے کہ جس دن جب پائی پائی کا حساب لیا جائے گا، جب حق العباد میں سے ایک ٹکہ ناحق کھانے کے بدلے میں تم سے پانچ سو مقبول نمازیں چھین لی جائیں گی، اور دنیا میں دن ورات عبادت کرکے جو ثواب کمایا تھا وہ حقدار لے جائیں گے اور تمہارے ثواب کا پلڑا بالکل خالی ہوگا، اور وہ بچے اور اہل وعیال جن کے لئے تم نے رشوت، سود اور حق العباد کھا کھا کر حویلیاں تعمیر کیں، سرمایہ جمع کیا، خدا کے حضور صاف مکر جائیں گے، کہیں گے ہم نے ان سے کب کہا تھا کہ ہمارے لئے سود اور رشوت سے دولت جمع کرو، اور وہ تمہارے عذاب کا رتی بھر بوجھ اٹھانے سے انکار کردیں گے، لہٰذا اس دن سے ڈر کر ٹھیکیدار حضرات محکمہ کے ملازمین اور آفیسران کو رشوت اور سود دینا سرے سے بند کریں تا کہ وہ پیسہ ٹھیکے کے کام میں ہی لگا کر گناہ سے بچیں اور ثواب میں شامل ہوجائیں، عوام آفیسروں کو غلط اور ناحق کام کرنے کے لئے مجبور نہ کریں، اگر تم پیسے والے ہو اور پیسوں کے بل بوتے پر ملازمین سے جائز ناجائز کام کرانے میں کامیاب ہوتے ہو مگر غریبوں اور تہی دستوں کے بارے میں بھی سوچ لیا کرو کہ ان کا کیا ہوگا، رشوت دے کر تم اہل وعیال کے لئے مراعات حاصل کرتے ہو، رشوت کے پیسوں سے ان کا پیٹ بھرتے ہو، بنگلے بناتے ہو، جائیدادیں خریدتے ہو، مگر یاد رکھو جس بچے کی تربیت یا پڑھائی یا ٹریننگ تم رشوت کی رقم سے کرتے ہو جو حرام کی غذا سے پلے گا وہ کبھی بڑھاپے میں تمہارا سہارا نہیں بنے گا، اس کے ہاتھوں تمہیں مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا، اور آخرت میں بھی اس کا وبال ایسا ہوگا کہ چہرہ پیٹ پیٹ کر کہتا پھرے گا ”اے کاش میں مٹی ہوتا“ خدا تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے اور حق پر چلنے کی توفیق بخشے، آمین یارب العالمین۔

☆اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں ۔**رابطہ اور واٹس اَپ نمبر 9576507798**

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ **www.imaratshariah.com** پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ (**محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب**)

WEEK ENDING-16/01/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے